مکمل ناول

پہلی بارش

صائمہ اکرم

ایک تو موسم سرما کی پہلی تیز بارش، اوپر سے سرد ہوا..... جو رگوں کو چیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سگریٹ کا آخری ٹوٹا باہر پھینکنے کے لیے ایک لمحے کو اپنی سیاہ ٹویوٹا کرولا کا شیشہ نیچے کیا تھا..... سرد اور ٹھٹرتی ہوا کے تیز جھونکوں نے گاڑی کا سرد ماحول ایک لمحے میں تبدیل کر دیا تھا۔ حارث نے کھا جانے والی نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان حماد کو دیکھا جو اَب بے پروائی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس قدر خراب موسم میں باہر نکلنے کا ''واہیات'' مشورہ بھی چونکہ اسی کا تھا اس لیے وہ اس وقت دنیا جہان کی معصومیت اپنے چہرے پر سجائے دانستہ طور پر ڈرائیونگ کرنے میں محو تھا۔ اس کے چہرے پر سجی جعلی معصومیت دیکھ کر ایک دفعہ تو حارث کا دل چاہا کہ وہ اس برستی بارش میں اسے اٹھا کر باہر پھینک دے جو اسے دفتر کے گرم ماحول سے اٹھا کر زبردستی باہر لے آیا تھا۔

گاڑی آئی ایٹ سیکٹر کے خوب صورت بنگلوں کے آگے سے گزر رہی تھی۔ وہ اسلام آباد کے اس سیکٹر کے گھروں کی بھاری مالیت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ جس وقت وہ لوگ مطلوبہ اسٹریٹ میں داخل ہوئے، اس وقت ٹھیک ٹھاک بارش شروع ہو چکی تھی۔ حماد کی گاڑی ہلکے سبز رنگ کے ٹائلوں سے بنے خوب صورت بنگلے کے آگے رک چکی تھی۔ اپنے منفرد طرز تعمیر کی وجہ سے یہ بنگلا آنے والوں پر بڑا خوشگوار تاثر

مکمل ناول

پہلی بارش

صائمہ اکرم

ایک تو موسم سرما کی پہلی تیز بارش، اوپر سے سرد ہوا..... جو رگوں کو چیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سگریٹ کا آخری ٹوٹا باہر پھینکنے کے لیے ایک لمحے کو اپنی سیاہ ٹویوٹا کرولا کا شیشہ نیچے کیا تھا..... سرد اور ٹھٹرتی ہوا کے تیز جھونکوں نے گاڑی کا سرد ماحول ایک لمحے میں تبدیل کر دیا تھا۔ حارث نے کھا جانے والی نظروں سے ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان حماد کو دیکھا جو اب بے پروائی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ اس قدر خراب موسم میں باہر نکلنے کا ''واہیات'' مشورہ بھی چونکہ اسی کا تھا اس لیے وہ اس وقت دنیا جہان کی معصومیت اپنے چہرے پر سجائے دانستہ طور پر ڈرائیونگ کرنے میں محو تھا۔ اس کے چہرے پر سجی جعلی معصومیت دیکھ کر ایک دفعہ تو حارث کا دل چاہا کہ وہ اس برستی بارش میں اسے اٹھا کر باہر پھینک دے جو اسے دفتر کے گرم ماحول سے اٹھا کر زبردستی باہر لے آیا تھا۔

گاڑی آئی ایٹ سیکٹر کے خوب صورت بنگلوں کے آگے سے گزر رہی تھی۔ وہ اسلام آباد کے اس سیکٹر کے گھروں کی بھاری مالیت کا اندازہ کر سکتا تھا۔ جس وقت وہ لوگ مطلوبہ اسٹریٹ میں داخل ہوئے، اس وقت ٹھیک ٹھاک بارش شروع ہو چکی تھی۔ حماد کی گاڑی ہلکے سبز رنگ کے ٹائلوں سے بنے خوب صورت بنگلے کے آگے رک چکی تھی۔ اپنے منفرد طرز تعمیر کی وجہ سے یہ بنگلا آنے والوں پر بڑا خوشگوار تاثر

چھوڑتا تھا۔ اس بنگلے پر شوخ رنگ کے پھولوں والی بوگن ویلیا کی بیل نے اس کی دلکشی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔

''میرا خیال ہے کہ پچھلی سیٹ سے چھاتا .. اٹھالوں..... کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ بارش دوبارہ نہ شروع ہوجائے۔'' حماد نے اس کے خفا خفا سے چہرے کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا جبکہ اس کے اس مشورے پر حارث نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

''تم چھاتا اٹھا ہی لوتو تمہارے حق میں بہتر ہے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ یہ چھاتا کہیں میں تمہارے سر پر نہ ماردوں تا کہ تمہیں عقل آئے کہ ایسے موسم میں کسی کے گھر جانا کتنا واہیات کام ہے۔'' حارث کے لہجے میں طنز در آیا جبکہ چہرے پر خفگی نمایاں تھی۔

''ہاں ضرور، بہت شوق سے لیکن ابھی نہیں، ابھی ہمیں اپنی کولیگ کے گھر جانا ہے۔'' حماد کے چہرے پر بڑی محظوظ سی مسکراہٹ تھی۔

''میری نہیں، صرف تمہاری کولیگ۔'' حارث نے فوراً ناراض انداز میں یاد دلایا۔

''یار اب یہ خواتین کی طرح ناراض ہونا چھوڑ دو، ماہ نور نہ صرف ''میری'' بلکہ ''تمہاری'' بھی کولیگ بن چکی ہے کیونکہ آفٹر آل تم ہمارے آفس کو جوائن کر چکے ہو۔'' حماد کندھے اچکا کر بولا۔

''ہاں، ایسی کولیگ جس کے صرف چرچے ہی سنے ہیں اور وہ بھی شادی کے..... جبکہ تم بجائے اس کے کہ اپنے کسی اور کولیگ کو اس کی شادی کا تحفہ دینے کے لیے ساتھ لاؤ، مجھے زبردستی گھسیٹ لائے ہو، کتنا بے ہودہ کام ہے کہ کسی انجان لڑکی کو منہ اٹھا کر اس کے مایوں کے دن تحفہ دینے تشریف لے آؤ، حد ہے نامعقولیت کی۔'' حارث ایک دفعہ پھر شروع ہو چکا تھا۔ اسے واقعی حماد پر بہت زیادہ غصہ آرہا تھا۔ جو اس کی شرافت کا اکثر ناجائز فائدہ اٹھاتا تھا۔

گاڑی کے ہینڈ بریک کو اوپر کی جانب کھینچتے ہوئے حماد نے ترچھی نظروں سے اپنے اس لاڈلے اور نازک مزاج دوست کو دیکھا، جو حد درجہ کم گو اور محدود قسم کے حلقۂ احباب کا حامل تھا۔ اس کی زندگی چند گنے چنے لوگوں کے گرد گھومتی تھی اور اس کے حلقۂ احباب میں کم از کم کسی لڑکی کی گنجائش ہرگز نہیں نکلتی تھی اور اس کی بیزاری کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی تھی۔

حماد نے مصنوعی سنجیدگی سے اپنے عزیز از جان دوست کو گھورا۔ ''پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی کو شادی کا تحفہ دینا ہرگز نامعقول کام نہیں ہے اور ماہ نور تو ایسی لڑکی ہے جس کی تعریف سارا آفس کرتا ہے۔''

''خدا کے واسطے اب تم دوبارہ یہ چینل مت چلا دینا کہ وہ بہت اچھے مزاج کی بہت پُرخلوص لڑکی ہے، بہت ذہین ہے ہر کسی کے کام آتی ہے، بہت شوخ اور چنچل لیکن سادہ سی لڑکی ہے وغیرہ وغیرہ..... کیونکہ پچھلے ایک ہفتے سے میں یہ ماہ نور نامہ سن سن کر تنگ آگیا ہوں، مجھے لگتا ہے کہ آفس والوں نے اس سے تعریفیں کرنے کے پیسے لے رکھے ہیں یا پھر تم سب لوگ ہی ڈفر ہو اور پورے میگزین کو بس ایک وہی اپنی ذہانت کے بل بوتے پر چلا رہی ہے۔'' حارث بہت تپ کے بولا تھا۔

''استغفر اللہ حارث جلیل، تم نے کس قدر بُغض پال رکھا ہے اس بے چاری لڑکی کے لیے۔'' اپنی طرف کا دروازہ کھولتے ہوئے حماد نے مصنوعی خفگی اور حیرانی سے کہا جبکہ حارث نے کھا جانے والی نظروں سے اس کی اوورا یکٹنگ کو دیکھا اور بہ مشکل باہر نکلا۔ سرد ہوا کے جھونکے جسم کو ایک کپکپی میں مبتلا کر گئے تھے۔

''وہاں ڈیرے ڈال کر مت بیٹھ جانا، بس تحفہ پکڑا کر نکلنے کی کرنا، ورنہ میں قطعاً لحاظ نہیں کروں گا۔'' سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے حارث نے باہر نکلتے ہی اسے دھمکی دی۔

''ایسا کرتا ہوں کہ اندر جاتا ہی نہیں، یہ گفٹ یہیں سے اس کے ٹیرس پر پھینک دیتا ہوں۔'' حماد جل کر بولا۔

''آئیڈیا تو بہت اچھا ہے لیکن تم اچھی چیزوں پر عمل درآمد کم ہی کرتے ہو، خاصی کم عقل پائی ہے جناب نے۔'' حارث نے جواباً اسے چڑایا تھا جو دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑ کر سردی کی شدت کو کم کر کے اب بیل بجا رہا تھا۔ بارش رک چکی تھی لیکن کن من ابھی جاری تھی۔ حارث نے سر اٹھا کر اماتاس کے پھیلے درخت کی خمیدہ شاخ پر بیٹھی روبن چڑیا کو دیکھا جو سردی سے کانپ رہی تھی۔ اس کا دل تاسف کے گہرے احساس سے بھر گیا، اس کا دل چاہا کہ وہ اسے اٹھا کر گاڑی کے اندر گرم ماحول میں بٹھا دے لیکن حماد کی موجودگی میں ایسی نیکی ممکن نہیں تھی۔

گیٹ کھل چکا تھا، چوکیدار کے ساتھ حماد کے مذاکرات خاصے کامیاب رہے تھے۔ ''کیا خیال ہے گاڑی اندر نہ کرلیں؟'' اس نے مڑ کر چھاتا تانے بیزاری سے کھڑے حارث سے پوچھا۔

''کیوں، تم نے اندر کیا دھال ڈالنا ہے یا کوئی طویل گول میز کانفرنس کرنی ہے؟'' اُدھر سے الٹا ہی جواب آیا تھا۔

''تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔'' حماد نے اسے مزید چڑایا اور گاڑی اندر لے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا اسے معلوم تھا کہ حارث کا مزاج مزید برہم ہوجائے گا۔ گاڑی کی پچھلی سیٹ سے بڑا سا پیکٹ اٹھا کر اس نے گاڑی لاک کی اور اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ جبکہ حارث نے بھی بیزاری سے اس کی پیروی کی.. حالانکہ اس کا ایک فیصد بھی اندر جانے کو دل نہیں کر رہا تھا۔ وہ نئے لوگوں سے ملنے سے بہت کتراتا تھا۔ اس وجہ سے اس کے دوستوں کی تعداد بھی گنی چنی تھی اور بہترین دوست بھی صرف حماد ہی تھا۔ اس دوستی کو پائیدار کرنے میں اسّی فیصد کردار اس بے چارے کا ہی تھا۔

وہ دونوں طویل روش سے گزر رہے تھے لان میں کچنار، سنبل اور انار کے درخت تھے، اس وقت ان کے خزاں رسیدہ پتے بارش کے پانی کے ساتھ کیاریوں میں بہہ رہے تھے۔ لان میں رنگ برنگے پودوں کی تعداد اور کانٹ چھانٹ دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ اس پر خاصی محنت کی جاتی ہے۔ داخلی دروازے کی سیڑھیوں پر ماربل کے گملے ایک ترتیب سے رکھے ہوئے تھے جو خاصا خوشگوار تاثر چھوڑ رہے تھے۔ داخلی دروازہ بہت عجلت میں کھلا اور وہ بہت تیزی سے باہر نکلی تھی۔

''اوہ مائی گاڈ، حماد تم آئے ہو؟ تم جیسے بے مروّت، بے پروا اور کنجوس شخص سے تو میں کبھی توقع بھی نہیں کر سکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ مجھے چوکیدار نے انٹرکام پر بتایا تو مجھے بالکل یقین نہیں آیا اور میں نانو

SOLE DISTRIBUTOR of U.A.E
WELCOME BOOK SHOP
JASOOSI SUSPENSE PAKEEZA SARGUZASHT
P.O.Box 27869 Karama,Dubai Tel: 04-3961016
Fax: 04-3961015 Mobile: 050-6245817
E-mail: welbooks@emirates.net.ae
Best Export From, Pakistan
WELCOME BOOK PORT
Publisher , Exporter , Distributor
All kinds of Magazines, General Books and Educational Books
Main Urdu Bazar, Karachi Pakistan
Tel: (92-21) 32633151, 32639581 Fax: (92-21) 32638086
Email: welbooks@hotmail.com
Website: www.welbooks.com

کے سخت پہرے کے باوجود باہر بھاگی۔'' وہ حد درجہ بے تکلف، خوشگوار اور حیرت سے لبریز لہجے میں بول رہی تھی۔

زرد رنگ کی لمبی قمیص اور چوڑی دار پاجامے میں اس کا دراز قد خاصا نمایاں ہو رہا تھا۔ اس کے خوب صورت پیروں میں نفیس سی کولہاپوری چپل تھی، اس کی سنہری رنگت والی بڑی بڑی آنکھوں میں بہت گہرے رنگ کا کاجل تھا جبکہ دودھیا رنگت پر ستواں سی ناک نے اس کی دلکشی میں اضافہ کر رکھا تھا۔ چہرے پر دلفریب سی مسکراہٹ سجی تھی اور دانت موتیوں کی طرح جگمگا رہے تھے۔ اس قدر سردی میں وہ کسی بھی قسم کے سویٹر سے بے نیاز آدھی آستینوں والی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ اس کی کہنیوں تک مہندی کے خوب صورت نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور اسی مہندی کی وجہ سے وہ آدھی آستینوں میں تھی۔

حارث کی نظریں اس پر اٹھیں اور پھر پلٹنا بھول گئیں، دل کی دھڑکنوں میں ایک اودھم سا برپا ہوا، اس کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں آ گیا تھا۔ کوئی مایوں کی دلہن اس قدر دلکش لگ سکتی ہے اس کا اندازہ اسے زندگی میں پہلی دفعہ ہوا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے آسمان سے کوئی اپسرا اتر کر زمین پر آ گئی ہو۔ اپنے دل کی دھڑکنوں میں برپا ارتعاش اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ یہ اس کے ساتھ کیا ہوا تھا، وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔ بالوں کی سنہری لٹوں کو بے پروائی سے پیچھے کرتی وہ سادہ سی لڑکی ایک لمحے میں اس کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر گئی تھی۔

وہ بہت بے تکلفی سے حماد کے ساتھ محوِ گفتگو تھی۔ وہ دونوں اس کی موجودگی سے بے نیاز ایک دوسرے کے ساتھ مصروفِ گفتگو تھے۔ اس کی سماعتوں میں ان کی باتوں کے کچھ الفاظ پڑ تو رہے تھے لیکن اس کا دماغ انہیں سمجھنے سے قاصر تھا۔ وہ خالی خالی نظروں اور حواس باختہ انداز کے ساتھ بس انہیں دیکھ رہا تھا۔

حماد نے شاید اس کے متعلق بات کی تھی۔ تبھی اس نے اپنی راج ہنس جیسی گردن کو گھما کر اسے دیکھا۔

''جی جناب، آپ کیوں ہماری طرف آنے سے کترا رہے تھے؟'' فضا میں جلترنگ سا بجا، وہ اسے دیکھ کر دلکشی سے مسکرا رہی تھی۔ حارث کو اپنی سانس رکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں۔'' حارث نے دانستہ نظریں چرائیں اور پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بہ مشکل کہا تھا۔

''نہیں، نہیں، اب بتاؤ، جو سارا راستہ تم مجھے ذلیل کرتے آئے ہو، اور مجھے طعنے دے رہے تھے کہ بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔'' حماد نے بھی حد کر دی تھی۔ اس کی آنکھوں سے ٹپکتی شرارت اور لہجے کی شوخی حارث کو زہر لگ رہی تھی۔ اس نے کھا جانے والی نظروں سے اس میر جعفر کو دیکھا تھا۔ جس نے ماہ نور کے گھر میں داخل ہوتے ہی آنکھیں ماتھے پر رکھ لی تھیں۔

''کیا واقعی.....؟'' وہ بے ساختہ ہنسی تھی، ہنستے ہوئے اس کی آنکھوں میں ستارے سے چمکے تھے جبکہ حارث کے اندر اتنی ہی تیزی سے اندھیرے پھیلے تھے، وہ شرمندگی چھپانے کے لیے کھوکھلی سی ہنسی ہنسا۔ زندگی نے اس کے ساتھ بہت عجیب سا مذاق کیا تھا۔ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔

اسے خبر ہی نہیں ہوئی اور وہ حماد اور ماہ نور کے پیچھے اندر ڈرائنگ روم میں آ چکا تھا۔ جہاں اس کی نانو بہت محبت سے ان کو خوش آمدید کہہ کر آفس کے لوگوں کا فرداً فرداً پوچھ رہی تھیں۔ ان کی گفتگو سے حارث کو اندازہ ہوا کہ وہ سب لوگوں سے بخوبی واقف ہیں اور اس کے کولیگز کا ان کے گھر آنا جانا بھی ہے۔ ان کے گھر میں شادی والی مخصوص افراتفری نہ ہونے کے برابر تھی، شاید اس کی وجہ تمام تقاریب کا

ہوٹل میں انعقاد تھا۔ مایوں کا فنکشن رات نو بجے تھا جبکہ اس وقت دوپہر کے دو بج رہے تھے۔ مہندی کل اور شادی کی تقریب اس کے اگلے دن تھی۔

''بس بیٹا، آج کل ماہ نور کے والدین کی کمی شدت سے محسوس ہو رہی ہے، باپ کا انتقال تو اس کے بچپن میں ہو گیا تھا جبکہ ماں بھی پانچ سال پہلے ہیپاٹائٹس سے چل بسی۔ بس ہم دونوں ہی نانی، نواسی ایک دوسرے کے دکھ سکھ کی ساتھی ہیں۔ اس کے اکلوتے ماموں بھی کل امریکا سے آ رہے ہیں۔ اس کی شادی کے بعد میں بھی اپنے بیٹے کے پاس باہر چلی جاؤں گی۔'' وہ سادہ سے انداز میں ان کو بتا رہی تھیں جبکہ ماہ نور ان کی خاطر تواضع کے لیے کچن میں جا چکی تھی۔

''بیٹا آپ کو تو پہلی دفعہ دیکھا ہے کبھی ماہ نور نے آپ کا ذکر نہیں کیا لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں آپ کی شکل جانی پہچانی سی لگ رہی ہے.....'' نانو بہت محبت سے حارث سے پوچھ رہی تھیں۔ وہ جو اپنی دھڑکنوں کو سنبھالنے کا ناممکن کام بہت زیادہ جدوجہد کے ساتھ کرنے میں مگن تھا۔ وہ بری طرح چونک اٹھا لیکن اس کے بولنے سے پہلے ہی حماد بول اٹھا۔

''جی نانو، یہ میرا دوست حارث ہے، اس نے ایک ہفتہ پہلے ہی ہمارا میگزین جوائن کیا ہے، اس سے پہلے یہ الیکٹرانک میڈیا میں جاب کرتا تھا لیکن میں اسے زبردستی اپنے میگزین میں لے آیا اور جس وقت اس نے جوائننگ دی تھی انہی دنوں ماہ نور اپنی شادی کی چھٹیوں پر جا چکی تھی۔''

''یہ تو بہت اچھا کیا تم نے جو اپنے دوست کو بھی اپنے ساتھ لے آئے، خاصا بھلا مانس بچہ ہے، بیٹا آپ بھی نور کی شادی میں ضرور آنا۔''

''نانو یہ بھلا مانس سا بچہ، شادی کارڈ کے دعوت نامے کے بغیر کہیں نہیں جاتا، اس کو بن بلائے جانے پر بہت شرمندگی ہوتی ہے۔'' حارث نے اس کی شوخی پر جھنجلا کر اسے دیکھا، جو اس وقت آنکھیں ماتھے پر رکھے، اسے مسلسل زِچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔ اسی وقت ماہ نور چائے اور دوسرے لوازمات سے پُر ٹرالی لیے اندر داخل ہوئی۔

''ماہ نور بچے، یہ چائے یہاں رکھ کر میرے کمرے سے اپنی شادی کا کارڈ تو اٹھا کر لاؤ، میں ذرا حارث کو بھی دے دوں۔'' نانو کے سادہ سے انداز پر وہ بری طرح شرمندہ ہوا اور اس نے خفت بھرے انداز میں فوراً نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں، نہیں آنٹی اس کی ضرورت نہیں، آپ نے کہہ دیا، یہ ہی کافی ہے۔'' وہ فوراً بوکھلا کر بولا تھا۔

''حماد بیٹا، آپ نے اپنے دوست کو بتایا نہیں کہ ماہ نور کے سب کولیگ مجھے نانو کہتے ہیں، مجھے یہ آنٹی شانٹی بالکل پسند نہیں۔'' نانو نے پیار بھرے انداز میں سرزنش کی تو وہ بری طرح شرمندہ ہو گیا جبکہ فرنچ فرائز بے تکلفی سے کھاتے ہوئے حماد نے بہ مشکل اپنی ہنسی کو ضبط کیا۔

''نانو ان کو بھلا کیا پتا، آپ خواہ مخواہ ان کے پیچھے پڑ گئی ہیں، وہ پہلی دفعہ تو آپ سے مل رہے ہیں۔'' ماہ نور کی جھنجلاہٹ پر حارث نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ دل ایک دفعہ پھر باغی ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ہلکی سی جھنجلاہٹ سے اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی پھیل گئی تھی۔ جو اسے اچھا خاصا جاذبِ نظر بنا رہی تھی۔ وہ اب چپلی کباب حارث کی پلیٹ میں رکھ رہی تھی۔

''لو بیٹا حارث، پہلی دفعہ آیا ہے، آخری دفعہ تھوڑی ہے، اللہ خیر سکھ رکھے اب آنا جانا لگا رہے گا۔'' نانو کو نواسی کا جرح کرنا قطعاً نہیں بھایا تھا تبھی اکتاہٹ کے ساتھ گویا ہوئی تھیں۔ وہ کچھ دیر بعد پھر رسان سے بولیں۔

''ویسے بیٹا حارث آپ کا تعلق کس علاقے سے ہے، اللہ جانے آپ کا چہرہ مانوس سا کیوں لگ رہا ہے۔'' نانو کی تفتیش پر ماہ نور نے خائف نظروں

سے انہیں دیکھا۔ اس کے تاثرات دیکھ کر حماد کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی۔ وہ نانو کی باتونی طبیعت سے اچھی طرح آگاہ تھا اور ان کی اس عادت سے... ماہ نور کا چڑنا بھی اس کے لیے نیا نہیں تھا۔

''نانو' میرے دوست کا تعلق مظفر آباد سے ہے، اس کے آباؤ اجداد کشمیر کے رہنے والے تھے اور یہ اکلوتا ہے۔'' حماد نے پزا کا ایک بڑا سا ٹکڑا اپنی پلیٹ میں ڈالتے ہوئے فوراً جواب دیا جبکہ حارث دانستہ خاموش رہا۔ ان کے اس سوال پر اس کے چہرے پر ایک تاریک سا سایہ اور پورے وجود میں ایک اضطراب کی لہر برقی رو کی طرح دوڑی تھی۔

''اور والدین.....؟'' نانو کے سوال پر وہ چائے کا گھونٹ لینا بھول گیا۔ حماد نے بھی گڑبڑا کر فوراً اسے دیکھا تھا جو سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''ان کا 8 اکتوبر والے زلزلے میں انتقال ہوگیا تھا۔'' اس کے لہجے میں کچھ تھا کہ پورے کمرے میں خاموشی نے تیزی سے اپنی جگہ بنائی تھی۔ ماہ نور نے سخت شکایتی نظروں سے نانو کو دیکھا جو خود بھی یہ سوال کر کے اب پشیمان تھیں اور اب وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔

''بہت افسوس ہوا بیٹا یہ سن کر اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔'' نانو کی بات پر سب چپ ہو گئے تھے۔

''ہاں بھئی، میری شادی کا کھانا کھانے کون کون آرہا ہے؟'' ماہ نور نے ہلکے پھلکے انداز میں بات کر کے ماحول میں چھائی افسردگی کو کم کرنے کی کوشش کی تھی جو اسے خاصی مہنگی پڑی تھی۔ نانو نے غضب ناک نظروں سے اسے دیکھا۔

''اے بیٹا، شرم وحیا بھی کسی چڑیا کا نام ہے، بھلا کنواری لڑکیوں کو ایسے بات کرنا زیب دیتا ہے۔'' نانو کو اس کے اندازِ گفتگو پر سخت غصہ آیا تھا اس لیے فوراً ہی ٹوک دیا۔ ماہ نور کی شکل دیکھ کر حارث اور حماد دنوں کو اپنی ہنسی چھپانا دشوار لگ رہا تھا۔ وہ جل بھن ہی تو گئی تھی۔

''کیوں نانو، اس میں شرم وحیا کی بھلا کیا بات ہے، شادی ہی تو ہے اور سارے زمانے کی ہوتی ہے۔'' اس کے انداز میں عجیب سی بے نیازی تھی۔

''ماشاء اللہ خوب بوڑھی نانی کا نام روشن کراؤ گی بیٹا۔'' ان کی آواز میں دبا دبا سا غصہ تھا۔ انہوں نے ناک پر انگلی رکھ کر سخت خفگی سے دونوں ٹانگیں صوفے کے اوپر رکھے آلتی پالتی مار کر بے تکلفی سے بیٹھی ماہ نور کو دیکھا۔ جو بے تکلفی سے پزا، کیچپ میں ڈبو ڈبو کر کھا رہی تھی۔

''اوہو..... نانو کچھ نہیں ہوتا، ساری دنیا کی لڑکیاں اپنی شادی کے معاملات میں اب ذوق شوق سے حصہ لیتی ہیں، میں کون سا انوکھا کام کر رہی ہوں۔'' اس کے لاابالی پن کے انداز پر نانو نے گھور کر اسے دیکھا جو اب حماد کے ساتھ گفتگو میں مگن تھی۔ وہ بہت تفصیل کے ساتھ آفس کے معاملات کا پوچھ رہی تھی۔ حارث خاموشی سے ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کی تمام تر توجہ ماہ نور کی طرف تھی۔ جو چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر کھلکھلا کر ہنس پڑتی تھی۔ ان لوگوں نے وہاں پورے دو گھنٹے گزارے اور حیرت انگیز طور پر حارث نے ایک دفعہ بھی حماد کو واپسی کے لیے اشارہ نہیں کیا۔

واپسی کے سفر میں وہ بالکل خاموش تھا۔ نانو اور وہ ان کو گیٹ تک چھوڑنے آئی تھیں۔ ان دونوں نے حارث کو بھی شادی پر آنے کی بہت زیادہ تلقین کی تھی۔ اس نے بھی بادلِ ناخواستہ سر ہلا کر انہیں اپنے آنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔ حالانکہ اس کا جانے کا قطعاً کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''یہ تم نے کیوں چپ شاہ کا روزہ رکھ لیا ہے؟ کیسی لگی ماہ نور تمہیں.....؟'' گاڑی سڑک پر نکالتے ہی حماد نے اس کا سنجیدہ چہرہ دیکھتے ہوئے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''ہاں ٹھیک تھی.....'' اپنے دل کی دھڑکنوں پر بہ مشکل قابو پا کر وہ دانستہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

''کیا..... بس ٹھیک تھی.....؟'' حماد کو جھٹکا لگا، اس نے سخت حیرت سے آگے کو جھک کر حارث کو دیکھا جو ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

''کمال کرتے ہو یار، اچھی خاصی لڑکی تھی۔ بہت شریف، سلجھی ہوئی اور شکل صورت کی بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ تمہیں یاد ہے چھ مہینے پہلے جب میں تم پر زور ڈال رہا تھا کہ شادی کر لو.....'' حارث نے اسے کچھ ماہ پہلے کی بات یاد دلائی۔

''ہاں یاد ہے اچھی طرح، کیوں.....؟'' حارث نے سوالیہ انداز میں حماد کو دیکھا جو سنجیدگی سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسے یاد آیا کہ کچھ ماہ پہلے حماد پر اس کی شادی کروانے کا بھوت سوار ہوا تھا لیکن اس نے بالکل لفٹ نہیں کروائی تھی ان دنوں حماد کی بھی خالہ زاد کے ساتھ تازہ تازہ منگنی ہوئی تھی۔

''یاد ہے ناں۔؟'' اس نے گاڑی شکر پڑیاں کے پاس والے سگنل پر روکتے ہوئے پھر دوبارہ پوچھا۔

''ہاں یاد ہے.....'' حارث جھنجلایا۔ ''تم نے کسی لڑکی کی تصاویر بھی مجھے میل کی تھیں۔'' حارث نے مزید اس کی تسلی کروائی۔

''تم نے اس لڑکی کی تصاویر دیکھی تھیں.....؟'' حماد نے بہت عجیب سا سوال کیا تھا۔

''نہیں.....'' حارث نے باہر کے مناظر کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہوئے بے توجہی سے کہا۔

''تم نے نہیں دیکھی تھیں، مجھے آج اس بات کا یقین ہوگیا.....'' حماد بہت عجیب سے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کے لہجے میں جھلکتا گلہ حارث کو چونکا گیا تھا۔

''کیوں، کیا ہوا..... ایسے کیوں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہو، کیا ہوا اس لڑکی کو.....؟'' وہ دانستہ بے پروائی کے سے انداز میں گویا ہوا۔ گاڑی میں ایک چبھنے والی خاموشی کا وقفہ آیا تھا۔ کچھ توقف کے بعد حماد سپاٹ لہجے میں بولا۔

''ماہ نور وہی لڑکی ہے۔'' حماد نے اس کی سماعتوں میں بلاسٹ ہی تو کیا تھا۔ اس کا سارا وجود بھک کر کے اُڑا تھا۔ اس نے جھٹکے سے رخ موڑ کر سخت تعجب، حیرت اور بے یقینی سے حماد کو دیکھا تھا۔ ایک لمحے کو اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ایک ٹرین اس کے وجود کے پرخچے اڑاتی ہوئی اس کے اوپر سے گزر گئی ہو۔

''کیا مطلب؟ تم نے اپنی اس کولیگ کی تصاویر میل کی تھیں؟ وہ تو میں نے دیکھی ہی نہیں تھیں۔'' حارث کے انداز میں انتہا درجے کی مایوسی تھی۔ اسے یاد آیا کہ اس نے تصاویر دیکھے بغیر ہی حماد کو ٹال دیا تھا کیونکہ وہ ان دنوں بالکل بھی شادی وغیرہ کے جھنجٹ میں پڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دماغ شائیں شائیں کر رہا تھا جبکہ اس کی دِلی حالت سے بے خبر حماد بڑی سنجیدگی سے بتا رہا تھا۔

''جی ہاں، ماہ نور وہی لڑکی ہے جسے تم نے قطعاً گھاس نہیں ڈالی، مجھے اسی وجہ سے تو حیرت ہو رہی تھی کہ تم اسے دیکھ کر بالکل بھی نہیں چونکے، تمہارے انداز سے لگ ہی نہیں رہا تھا کہ تم نے اسے دیکھ رکھا ہے تب ہی مجھے پتا چلا کہ تم نے مجھے چونا لگا دیا تھا۔ بہت بے ہودہ انسان ہو تم.....'' حماد کو اس پر نہ جانے کیوں غصہ آرہا تھا جبکہ وہ سخت ہونق انداز سے اس کی داستانِ امیر حمزہ سن رہا تھا۔

''ان دنوں اس کی نانو اس کے رشتے کے لیے بہت پریشان تھیں، مجھ سے ذکر کیا تو میں نے تمہارا بتایا لیکن تم نے مجھے گھاس ہی نہیں ڈالی اور پھر ہمارے ہی آفس کے کاظمی صاحب کے توسط سے اس کے لیے یہ رشتہ آیا تو نانو نے فوراً قبول کر لیا

کیونکہ وہ اس کی شادی کے بعد امریکا اپنے بیٹے کے پاس جانا چاہتی تھیں۔'' حماد نے تفصیلاً بتایا تو حارث کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا کہ بعض دفعہ تقدیر آپ کے ساتھ ایسے ہی مذاق کرتی ہے، ٹھیک کہتے ہیں سیانے کہ قسمت انسان کے دروازے پر بار بار دستک نہیں دیتی۔ وہ عجیب سے احساسات کا شکار ہو رہا تھا۔ حماد اس کی خاموشی سے بے نیاز آج سارے انکشافات کرنے پر تُلا ہوا تھا۔

''ماہ نور جب میری آپی کی شادی پر ہمارے گھر پہلی دفعہ آئی تو امی تو فوراً میرے حوالے سے اس کو بہو بنانے پر بضد ہو گئیں لیکن تمہیں پتا ہے کہ میری سائرہ کے ساتھ کافی سالوں سے کمٹمنٹ تھی۔ میں نے تو صاف انکار کر دیا اور امی سے کہا کہ میرے لیے وہ بالکل بہنوں کی طرح ہے.....'' اس نے بڑی مہارت سے موڑ کاٹا تھا۔ گاڑی میں ایک بوجھل سا سناٹا تھا۔

''سچ بتاؤں، اس لڑکی کو دیکھ کر میرے ذہن میں سب سے پہلا نام اپنے یار کا آیا تھا۔ مجھے لگا کہ یہ ایک پرفیکٹ کپل ہوگا۔ سب سے بڑی بات کہ نانو جس طرح اس کی شادی کے لیے بے قرار تھیں کوئی بھی مسئلہ نہیں ہونا تھا لیکن تو اتنا گھامڑ ہے مجال ہے کہ میری یہ بات مانی ہو۔'' حماد کی محبت کسی بھی قسم کے شک وشبے سے بالاتر ہے اس کا اندازہ اسے بخوبی تھا لیکن آج پتا نہیں کیوں اس کی آنکھیں بار بار دھندلا رہی تھیں۔

اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ حماد کو بولنے سے منع کر دے، اس کی قوتِ گویائی کہیں کھو گئی تھی۔ وہ بالکل خاموشی سے اس کی جھاڑ سن رہا تھا۔ وہ بری طرح منہ کے بل گرا تھا۔ قسمت اس کے اوپر ہنس رہی تھی۔ اس کی ذات کے پرخچے ہی تو اُڑے تھے۔ حارث جلیل کی زندگی میں پہلی دفعہ ہی صنفِ نازک کا دخل ہوا تھا۔ محبت نے کسی خودکش بم بار کی طرح اس پر حملہ کیا تھا لیکن یہ محبت اس کی دسترس میں کبھی نہیں آسکتی تھی۔ اپنے فلیٹ میں آکر پہلی دفعہ وہ دہاڑیں مار مار کر رویا تھا۔

☆☆☆

دو دن کے بعد ماہ نور کی شادی تھی اور وہ باوجود کوشش کے خود کو اس کی شادی پر جانے کے لیے آمادہ نہیں کر پایا تھا۔ یہ دو دن اس کے اعصاب پر سخت بھاری تھے۔ لمحہ لمحہ عذاب بن کر گزر رہا تھا۔ وہ بری طرح سے اس کے حواسوں پر سوار تھی۔ دل و دماغ پر یہ بوجھ ناقابلِ برداشت تھا، پورے دو دن وہ سخت بخار میں پھنکتا رہا تھا، اس کے بعد بھی اگلے دو دن اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ آفس جا سکے۔ اس نے اپنا سیل فون تک بند کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ کسی سے بھی بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کو نہ جانے کیوں خود پر بے تحاشا غصہ آ رہا تھا۔ وہ اپنے آپ سے خفا تھا اور اس کا دل ایک ضدی بچے کی طرح کوئی بھی دلیل ماننے کو تیار نہیں تھا۔ عجیب سی کشمکش میں دن گزر رہے تھے۔ وہ خود کو بار بار کوس رہا تھا کہ کاش وہ تصاویر دیکھ لیتا۔ اس نے کئی ماہ پہلے کی میل اب کھول کر دیکھی تھی۔ جب پانی پُل کے نیچے سے گزر گیا تھا۔

وہ شاید حماد کی بہن کی مہندی کا فنکشن تھا۔ اس دن بھی وہ زرد رنگ کے لباس میں ہنستی مسکراتی ڈھولک بجا رہی تھی۔ اسی فنکشن میں اس کی بے ساختہ ہنستے ہوئے اچانک ایک تصویر بنائی گئی تھی۔ بے تحاشا ہنسنے کی وجہ سے آنکھوں میں آنے والی نمی اور دائیں گال پر پڑنے والے ڈمپل نے اس تصویر کی دلکشی میں اضافہ کر دیا تھا۔ ایک اور سفید رنگ کے مکیش کے کام والے سوٹ میں اس کی تصویر جس کے پس منظر میں مدھم مدھم سی روشنی تھی وہ اس میں بلا کی سحر انگیز لگ رہی تھی۔ سفید شفاف بے داغ اور کاجل سے سجی سیاہ آنکھیں دیکھنے والے کو اپنے سحر

میں جکڑ رہی تھیں۔ وہ بالکل ویسی ہی تھی جیسا کہ کبھی اس نے شریکِ حیات کے بارے میں خاکہ اپنے ذہن میں مرتب کر رکھا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ہو بہو اسی سانچے میں بنی ہوئی ہو۔ اسے ایک سو ایک فیصد یقین تھا کہ وہ اگر یہ تصاویر دیکھ لیتا تو حماد کو بھی اس طرح ٹکا سا جواب نہ دیتا۔ پورے چار دن کے بعد وہ آفس گیا تو وہاں نور کی شادی کے چرچے تھے۔

''یار ماہ نور واقعی غضب ڈھا رہی تھی اس ڈیپ ریڈ کلر کے لہنگے میں۔'' مارکیٹنگ ڈیپارٹمنٹ کی حرا جو اس وقت ایڈیٹوریل سیکشن کی ملیحہ انصاری کے کیبن میں آئی ہوئی اس کی شادی کی تصاویر اس کے کمپیوٹر پر دیکھنے میں مگن تھی۔ اس کا بلند آواز میں کیا گیا تبصرہ حارث کو اضطراب میں مبتلا کر گیا تھا۔ اس نے بے اختیار پہلو بدلا تھا۔

ملیحہ کا کیبن اس کے ساتھ والا تھا اس لیے بعض اوقات دھیمی آواز میں کی جانے والی سرگوشیاں بھی صاف سنائی دیتی تھیں۔ پورے آفس میں لکڑی کے چھوٹے چھوٹے کیبن بنا کر پرائیویسی دینے کی کوشش کی گئی تھی لیکن یہ اس صورت میں ناکام ہو جاتی جب کوئی بھی شخص اپنے کیبن میں کھڑا ہوتا تھا۔ دائیں بائیں کی میزوں اور کمپیوٹرز پر کھولی جانے والی ویب سائٹس تک صاف دکھائی دیتی تھیں۔ ان چھوٹے چھوٹے کیبن کو حماد نے جیل کی بیرکوں کا نام دے رکھا تھا۔ حارث کے دائیں جانب ملیحہ اور بائیں جانب حماد کا کیبن تھا۔

''لیکن آپس کی بات ہے یار، مجھے اس کا میاں ایک آنکھ نہیں بھایا، وہ خود جتنی اسٹائلش سی لگتی ہے اس کے مقابلے میں وہ تو کچھ بھی نہیں۔'' حرا خاصی صاف گو بلکہ کسی حد تک منہ پھٹ بھی تھی۔ اس وقت جوشِ جذبات میں اس کی آواز کچھ بلند ہو گئی تھی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔

''یار میاں کو بیوی سے ایک نمبر کم ہی ہونا چاہیے، یہ ہینڈسم مرد بھی بہت بڑا مسئلہ ہوتے ہیں۔'' ملیحہ کے دل جلے الفاظ میں کوئی تلخ تجربہ پوشیدہ تھا۔ حارث سے اپنے آرٹیکل کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا جا رہا تھا۔ اس نے جھنجلا کر کمپیوٹر اسکرین کو دیکھا۔

''یار ایک نمبر کم تو چلتا ہے لیکن یہاں تو اس کے میاں کو پاسنگ مارکس دینے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ کالا سا اور گنجا ہونا بھی چلو ٹھیک ہے لیکن اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں چھپی عیاری اور مکاری تو اس تصویر میں بھی دکھائی دے رہی ہے۔'' حرا کا تاسف کسی صورت کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ کھل کر تصویروں پر تبصرہ کر رہی تھی۔ لنچ ٹائم ہونے کی وجہ سے زیادہ تر لوگ کیفے ٹیریا میں لنچ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ دونوں خاصی بے فکر تھیں۔

''یار اس کی نانو کو اس کی ٹینشن بھی تو بہت تھی، اوپر سے اس کی ممانی کا تو تمہیں پتا ہے، انہوں نے اپنی ساس کو زِچ کر رکھا تھا کہ اس بوجھ کو کسی کے سر پر بس ڈال دو.....'' ملیحہ اکتاہٹ بھرے انداز سے اسے بتا رہی تھی۔

''کیوں، ان کو کیا تکلیف تھی وہ خود تو امریکا میں رہتی ہیں.....نا!'' حرا نے قدرے تلخ انداز میں حیرت سے کہا۔

''انہیں ڈر تھا کہ کہیں ان کی ساس اپنے بیٹے کو جوان کے میاں صاحب ہیں یہ نہ کہہ دیں کہ پوتے کے ساتھ ماہ نور کی شادی کر دیں حالانکہ خود ممانی کا بیٹا کسی کام کا نہیں.....لیکن اپنی اولاد کی خامیاں کہاں نظر آتی ہیں۔ اس کی ممانی کو تو ویسے ہی شروع سے اس بے چاری سے بیر تھا۔ اس لیے شادی کروا کر دم لیا۔'' ملیحہ خاصی افسردگی سے بتا رہی تھی۔ حارث کو ڈھیروں رنج نے ایک دفعہ پھر گھیر لیا تھا۔

''ہاں یار ماں، باپ سے محروم بچوں کا یہی حال ہوتا ہے، ہر کوئی ان کو بوجھ ہی سمجھتا ہے لیکن کوئی ایسے بھی نہیں کرتا جیسے آناً فاناً اس کا رشتہ کیا ہے، اچھی

خاصی خوب صورت اور اسٹائلش لڑکی تھی۔ ایک سے ایک اچھا رشتہ مل سکتا تھا اسے۔'' حرا کے لہجے میں اداسی اور تاسف کے رنگ نمایاں تھے۔

''چلو دفع کرو اب تو ہوگئی شادی، بس دعا کرو کہ اللہ اس کے نصیب اچھے کرے.....'' ملیحہ نے خلوصِ دل سے کہا تھا۔ اس کی بات پر حارث کے دل سے بے اختیار آمین نکلا تھا۔ وہ دونوں اب تصاویر پر تبصرہ بند کر چکی تھیں۔

''ویسے یار ایک بات کہوں.....!'' حرا نے تجسس بھرے انداز میں سرگوشی کی، اس کی آواز اور انداز میں کچھ تھا کہ حارث نہ چاہتے ہوئے بھی اس جانب متوجہ ہوگیا۔

''ہاں کہو.....'' ملیحہ نے بے تابی سے کہا۔

''مجھے گالیاں مت دینا۔'' وہ تھوڑا سا ہنسی اور آہستگی سے بولی۔

''اب پھوٹ بھی پڑو، میرا تجسس سے بُرا حال ہورہا ہے.....'' ملیحہ نے بے صبرے پن سے اسے کہا جو شرارت سے آنکھیں پٹپٹا رہی تھی۔

''یار وہ جو تمہارے ایڈیٹوریل سیکشن میں نیا بندہ آیا ہے۔'' حرا کی سرگوشی اتنی بھی کم نہیں تھی کہ ساتھ والے کیبن میں موجود حارث تک نہ پہنچتی اور ویسے بھی جب ذکرِ خیر بھی اسی کا ہورہا تھا۔ حارث اپنے دُکھتے سر کو سنبھالنے میں مگن تھا کہ اس کے کان کھڑے ہوگئے۔

''کون یار.....؟'' ملیحہ کی سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔

''میں اس بندے کی بات کررہی ہوں جو انگلش سیکشن میں آیا ہے، بالکل فواد خان کی طرح ہینڈسم.....'' حرا نے جھنجلا کر کہا تھا۔

''حرا، تمہیں وہ ادا کار فواد خان ہینڈسم لگتا ہے؟'' ملیحہ کو اس پر سخت صدمہ ہوا تھا۔ تبھی وہ انتہائی بے یقینی کے عالم میں حرا کا چہرہ دیکھ رہی تھی جس پر دبا دبا سا جوش تھا۔

''ہاں تو ہینڈسم بندہ ہر کسی کو ہینڈسم ہی لگے گا ناں، اب تمہیں خوب صورتی کے اعلیٰ معیار کے لیے بس اپنے میاں کی ہی مثال ہی نظر آتی ہے تو میں کیا کروں۔'' حرا کے طنزیہ انداز پر حارث کے لبوں پر بھی نہ چاہتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ آگئی تھی۔

''اچھا، اچھا، زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں، سیدھی طرح سے بکو کہ تم حارث جلیل کی بات کررہی ہو۔'' ملیحہ نے قدرے منہ بنا کر اس کا نام لیا تھا۔

''ہاں یار، کاش ماہ نور کی شادی اس کے ساتھ ہوجاتی، ذرا سوچو کتنا پیارا کپل بنتا اور اتنے خوب صورت جوڑے کے بچے کتنے پیارے ہوتے ناں!'' حرا کے معصومانہ اندز پر حارث کے دل پر ایک دفعہ پھر چھریاں سی چلی تھیں۔ جبکہ اس کی بات پر ملیحہ نے ایک جھانپڑ اس کے رسید کیا تھا۔

''آہستہ بکواس کرو اس کا ساتھ والا کیبن ہے، کہیں سن نہ لے اور تم اپنے یہ سنہری فرمودات اپنے پاس ہی رکھو، کسی اور کے گوش گزار کردینا۔ دنیا میں ہینڈسم لوگوں کی کمی تھوڑی ہے جو تمہیں صرف وہی نظر آرہا ہے.....'' ملیحہ نے ٹھیک ٹھاک اس کی طبیعت صاف کی تھی جبکہ حرا بُرا مان کر خفگی بھرے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''کبھی کسی کی تعریف نہ کرنا، جیسے کسی کی شان میں دو چار الفاظ کہنے سے تمہاری زبان جل جائے گی۔ بتاؤ پورے آفس میں اس کشمیری سیب جیسا بندہ کوئی اور ہے.....؟''

''اس کشمیری سیب نے اگر سن لیا ناں تو تمہیں اٹھا کر اس بلڈنگ سے باہر پھینک دے گا۔ اس کے بعد تمہاری شکل سڑے ہوئے بینگن جیسی ہوجائے گی۔'' ملیحہ ہنستے ہوئے اسے ڈرا رہی تھی۔ وہ دونوں اب ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ چھاڑ میں مگن تھیں۔ حارث کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ وہ دس منٹ کے

بعد اچانک اپنے کیبن میں کھڑا ہوا تاکہ میڈیکل اسٹور سے کوئی پین کلر لے کر آئے، وہ جیسے ہی کھڑا ہوا، ان دونوں نے چونک کر اسے دیکھا، ان دونوں کے چہرے فق ہوئے تھے۔ وہ حواس باختہ انداز میں ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہی تھیں۔ ان کے پھیکے اور خفت زدہ چہروں پر ..... نظر ڈالے بغیر حارث بے پروائی سے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہورہی تھیں..... وہ باہر نکل رہا تھا جب اس نے حرا کی سخت تعجب میں ڈوبی آواز سنی۔

''اوہ مائی گاڈ، میں تو سمجھی تھی کہ یہ بھی لنچ کرنے گیا ہوا ہے، لیکن یہ کہاں سے نکل آیا۔''

''یہ اچانک آسمان سے ٹپکا ہے یا زمین سے نمودار ہوا ہے، تمہیں ہزار دفعہ کہا ہے کہ اپنے پھٹے ڈھول جیسا والیوم کم رکھا کرو، چاہے وہ ہماری ساری بے ہودہ گفتگو اس نے سن لی ہو.....'' ملیحہ کا شرمندگی اور خفت سے بُرا حال تھا۔ ویسے بھی وہ ذاتی طور پر انتہائی سنجیدہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی تھی۔ حرا کے بارے میں سب کو پتا تھا کہ وہ شوخ و چنچل لڑکی ہے۔

''ٹینشن نہ لو..... میرا نہیں خیال کہ اس نے کچھ سنا ہوگا، میرا تو ذاتی خیال ہے کہ وہ میز پر سر رکھے سو رہا تھا۔ دیکھا نہیں اس کی آنکھیں کیسے سرخ ہورہی تھیں۔'' حرا اپنے بیگ سے چاکلیٹ نکالتے ہوئے بے پروائی سے بولی تھی لیکن ملیحہ کا تاسف کسی طور بھی کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔

''یار اگر اس نے کچھ سن لیا تو کتنی غلط بات ہوگی۔ کیا سوچتا ہوگا وہ ہمارے بارے میں.....؟'' ملیحہ خاصی حساس سی لڑکی تھی۔ اس لیے اس کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''جو مرضی سوچے!'' حرا نے بے پروائی سے ہاتھ میں پکڑا ریپر ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں کون سا فرق پڑتا ہے، تم شادی شدہ ہو اور میں منگنی شدہ!'' وہ اب مزے سے چاکلیٹ کھا رہی تھی۔ ''ویسے اگر سن بھی لیا ہو تو اس کے لیے تو اعزاز کی بات ہے کہ ہم اپنے آفس کی سب سے خوب صورت لڑکی کے ساتھ اس کا رشتہ طے کررہے تھے حالانکہ وہ جتنا اپنے آپ میں مگن رہتا ہے اور کسی کو لفٹ نہیں کرواتا، اس کے ساتھ ایسی نیکی کرنا تو نہیں چاہیے تھی۔'' حرا خاصی لاابالی سی لڑکی تھی اور ہر بات کو چٹکیوں میں اُڑانے والی۔

''ہاں اسے تو بہت خوش ہونا چاہیے ناں، تم ایک شادی شدہ لڑکی کے ساتھ اس کا رشتہ طے کروا رہی تھیں۔'' ملیحہ نے طنزیہ انداز میں اسے دیکھا جو اس کی دراز سے اب نمکو نکال کر بے تکلفی سے منہ کا ذائقہ تبدیل کررہی تھی۔

''ہاں یار، یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔'' وہ مونگ پھلی کا دانہ منہ میں ڈالنا بھول گئی تھی اور قدرے فکرمندی سے بولی۔ ''یار ویسے ہے تو یہ غلط بات، کیا سوچتا ہوگا وہ بھلا مانس؟'' اسے بات کافی دیر بعد سمجھ آئی تھی۔ اس لیے اب اس کا ہونق انداز دیکھ کر ملیحہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ اسے پہلی دفعہ ماہ نور کی بات سمجھ آئی تھی جو اکثر کہتی تھی کہ حرا کو بات اس وقت سمجھ آتی ہے جب ساری دنیا چیخ چیخ کر تھک جاتی ہے۔

☆☆☆

زندگی میں عجیب سا پھیکا پن آگیا تھا۔ اسے محسوس ہورہا تھا کہ زندگی کے کینوس کے سارے رنگ ہی بے رنگ ہوگئے ہیں۔ کوئی بھی چیز اسے خوشی نہیں دے رہی تھی۔ دلچسپی یا کشش نام کی چیز تو بہت سال پہلے بھی اس کی زندگی میں نہیں تھی لیکن اب اس میں ایک چبھنے والا سپاٹ پن آگیا تھا۔ اس کی بڑھتی ہوئی بیزاری اور خاموشی حماد کو تشویش میں مبتلا کررہی تھی۔ وہ اس سے پوچھ پوچھ کر تھک گیا تھا لیکن حارث کے لبوں پر ایک سکوت طاری تھا۔

وہ بس کسی مشین کے مانند اپنے آفس کے کام

کیے جاتا۔ آفس سے گھر اور گھر سے آفس تک اس کی زندگی پہلے ہی محدود تھی اب تو اور بھی زیادہ اس نے خود کو ایک دائرے میں مقید کرلیا تھا۔ اس کی حد درجہ سنجیدگی، لاتعلقی اور کسی حد تک بے حس انداز کی بنا پر آفس کے بہت کم لوگ ہی اسے مخاطب کرنے کی جرأت کرتے تھے۔ حماد نے بھی تنگ آکر اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ اور ویسے بھی کوئی دیواروں سے کہاں تک ٹکریں مار سکتا ہے۔ اس کا پورا خاندان 8 اکتوبر کے زلزلے کی نذر ہوگیا تھا۔ ان دنوں وہ لاہور میں پنجاب یونیورسٹی میں پڑھ رہا تھا۔ اس کے بعد اس کے لیے زندگی کے سارے ہی مفہوم بدل گئے تھے۔

☆☆☆

اس دن اچانک ہی پورے آفس میں ہلچل پیدا ہوئی۔ جب ہنستی مسکراتی کھلکھلاتی ہوئی ماہ نور چھٹیوں کے بعد آفس آگئی..... وہ حد درجہ خوش باش اور بات بات پر قہقہہ لگا رہی تھی۔ میرون رنگ کے سوٹ میں اس کی شہابی رنگت کُندن کی طرح دمک رہی تھی۔ آنکھوں میں چمکنے والے ستاروں سے اس نے بہ مشکل نظریں چُرائی تھیں۔ حارث کو پہلی دفعہ احساس ہوا تھا کہ زندگی اب اس کے لیے اور زیادہ مشکل ہوجائے گی۔

''تم پھر آگئی ہو، ہم تو سمجھے تھے کہ جان چھوٹ گئی لیکن ہماری ایسی قسمت کہاں؟'' حماد نے اسے دیکھتے ہی بلند آواز میں شرارت سے کہا اور اس نے ہاتھ میں پکڑا ایک آفس بوائے ساجد کے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے اپنا مخصوص کھنکتا ہوا قہقہہ فضا میں بلند کیا تھا۔

''منہ دھو رکھو، مجھ سے تم لوگوں کی اتنی آسانی سے جان نہیں چھوٹ سکتی اور پھر میرے جیسا ٹیلنٹ اس پورے دفتر میں نہیں۔ بے شک جاکر راشد صاحب سے پوچھ لو۔'' اس نے جواباً اسے چڑاتے ہوئے میگزین کے ایڈیٹر کا حوالہ دیا جو ہر میٹنگ میں اس کے کام کی تعریف کرتے تھے۔

''شکر ہے ماہ نور تم آگئیں، قسم سے میں نے تمہیں بہت مس کیا۔'' ایڈورٹائزنگ سیکشن کی مائرہ کے چہرے پر اسے دیکھ کر بہار آگئی تھی، وہ اس کے کام میں خاصی مدد کردیتی تھی اور اس کے دیے گئے آئیڈیاز پر اس نے کام کرکے خاصی تعریف وصول کی تھی۔

''لو کام چور لوگوں کو تو خوشی ہوگئی ناں.....'' سرکولیشن کے فہد نے مائرہ پر طنز کیا کیونکہ سارے اسٹاف کو علم تھا کہ مائرہ کے منفرد کام کے پیچھے ماہ نور کا دماغ ہوتا ہے۔

''ہاں، تم نے جو آسمان پر فتح کے جھنڈے گاڑ رکھے ہیں۔ میں نے بھی وہ دیکھ لیے ہیں۔ سارے آفس کو پتا ہے کہ جب سے تم نے اپنا منحوس قدم سرکولیشن ڈیپارٹمنٹ میں رکھا ہے۔ میگزین کی سرکولیشن آدھی رہ گئی ہے۔'' مائرہ نے بھی حساب برابر کیا۔ اس کی ننھی منی سی ناک غصے کی زیادتی سے سرخ ہوگئی تھی۔

حارث کو پہلی دفعہ اندازہ ہوا تھا کہ وہ لوگ آپس میں کافی بے تکلف تھے اور بالکل ایک خاندان کا سا ماحول تھا۔ سارا دن چھیڑ چھاڑ جاری رہتی۔ بعض دفعہ ماحول کی گرمی کو کم کرنے کے لیے اسسٹنٹ ایڈیٹر کو اپنے آفس سے باہر آنا پڑتا تھا لیکن وہ لوگ بھی خاصے تیز تھے ان کے جاتے ہی اپنے اپنے کیبن میں پھر کھڑے ہوجاتے تھے۔ پہلی دفعہ تو حارث کو لگا تھا کہ وہ اندرون شہر کے کسی پرانے محلے میں آگیا ہو جہاں خواتین اپنے اپنے دروازوں پر کھڑی ایک دوسرے کے ساتھ بحث ومباحثے میں مصروف دکھائی دیتی ہیں۔ یہ ماحول بعض دفعہ لکھنے کے کام میں خاصا حائل ہوتا تھا لیکن مارکیٹنگ ڈیپارٹمنٹ کو سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف تھا۔

''کیا ہوگیا ہے تم لوگوں کو؟'' ایڈیٹوریل سیکشن کی ملیحہ نے دونوں کو تنبیہی نظروں سے گھورا جو خود بھی ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے، دونوں کے تعلقات ازلی دشمنوں کی طرح سخت کشیدہ رہتے تھے۔

''چلیں بھئی، سب کانفرنس روم میں چلتے ہیں اور ماہ نور کی واپسی سیلیبریٹ کرتے ہیں، ساجد ہمیں اچھی سی چائے پلائے گا۔'' ملیحہ کے زوردار اعلان پر پورے آفس میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔

''واہ جی واہ، یہ آج ایڈیٹوریل والے بڑے فیاضی کے موڈ میں ہیں ظاہر ہے کہ ان کا کورم جو پورا ہوگیا ہے.....'' حرا ہنستے ہوئے ماہ نور سے گلے مل رہی تھی۔ اس میگزین کے انگلش سیکشن میں چار لوگ تھے۔ ملیحہ، ماہ نور اور حماد کے بعد حارث کی صورت میں نیا اضافہ ہوا تھا۔ وہ لوگ اب خوش دلی کے ساتھ کانفرنس روم کی طرف چل پڑے۔

''آؤ ناں حارث، تم کہاں بزی ہو؟ چلو کانفرنس روم میں چلتے ہیں، زبردست سی چائے پیتے ہیں اور ماہ نور سے گپ شپ کرتے ہیں۔'' حماد اچانک ہی اس کے سر پر آکر بولا۔ وہ ایک دم چونک گیا۔ کمپیوٹر کے ماؤس پر اس کی گرفت خاصی مضبوط ہوگئی تھی۔

''نہیں یار... تم لوگ جاؤ، میرے سر میں درد ہے اور ویسے بھی مجھے آج یہ کور اسٹوری مکمل کرنی ہے اور اسی سلسلے میں کچھ دیر کے بعد ایک انٹرویو کے لیے بھی جانا ہے۔'' اس کے بیزار انداز پر حماد تعجب سے آنکھیں پھاڑے اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی بہت غیر معمولی بات سن لی ہو۔

''تم آن حارث کیا ہوگیا ہے، ابھی ڈیڈ لائن میں بہت دن پڑے ہیں اور پھر ماہ نور ہمارے سیکشن کی ہے برا لگتا ہے۔'' حماد نے سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی آج رُکھائی اور بے مروتی کے سارے ریکارڈ توڑنے پر آمادہ تھا۔

''یار میری کون سی اس کے ساتھ بے تکلفی یا دوستی ہے جو وہ میرے نہ آنے کا برا منائے گی۔ تم لوگ انجوائے کرو، میں نے کب منع کیا ہے لیکن مجھے اپنا کام کرنا ہے۔'' اس کے لہجے میں چھپی بیزاری اور تلخی کی حدوں کو چھوتی صاف گوئی پر حماد ایک لمحے کو تو ہکا بکا رہ گیا۔ ناگواری کی ایک لہر نے اس پر... بھرپور طریقے سے حملہ کیا تھا۔ تبھی وہ خفگی بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟ سب لوگ وہاں جمع ہیں اور تم اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا چاہتے ہو، ویسے بھی آفس کے اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حارث بہت مغرور سا لگتا ہے کسی سے گھلتا ملتا ہی نہیں ہے۔'' حماد نے ٹھیک ٹھاک اس کی کلاس لینے کی کوشش کی تھی۔

''مجھے ان کی باتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، وہ جو کچھ مرضی کہیں، جب میری عادت نہیں ہے ہر کسی سے بے تکلف ہونے کی تو میں کیا کروں.....'' وہ کندھے اچکا کر انتہائی بیزاری سے بولتا ہوا حماد کو سخت زہر لگا۔ اس نے کچھ لمحے ٹٹولتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ جبکہ وہ اسے نظر انداز کیے ڈھٹائی سے اپنے کام میں مگن تھا۔ اس کے بے تاثر اور سپاٹ چہرے پر کوئی لچک نہ پاکر وہ ایک دم بھڑک اٹھا۔

''بھاڑ میں جاؤ تم اور تمہاری کور اسٹوری، تمہارے دماغ کے سارے ہی پُرزے ڈھیلے ہوچکے ہیں۔ تم انسانوں میں رہنے کے قابل نہیں ہو۔'' وہ پاؤں پٹختا ہوا کانفرنس روم کی طرف چلا گیا تھا۔ جہاں ماہ نور کی واپسی کو سیلیبریٹ کیا جارہا تھا۔ اس کے علاوہ سبھی لوگ وہاں جمع تھے۔ وہ اپنا سر جھٹک کر ایک دفعہ پھر اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا۔ حماد کو منانے کا ارادہ فی الحال اس نے ملتوی کردیا تھا۔ بہت تیزی سے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے میں محو تھا جبکہ آنکھیں ڈیسک ٹاپ پر تھیں، اس نے بہ مشکل خود

کو اپنے کام کی طرف متوجہ کیا تھا۔

''بہت افسوس اور دکھ کی بات ہے اور میرے لیے ڈوب مرجانے کا مقام ہے کہ میرے ایک کولیگ کو میری آمد کی قطعاً خوشی نہیں ہوئی۔'' وہ ایک دم ہی اس کے سامنے آکر بولی تھی۔ اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر دیکھا، وہ اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بغور اس کا جائزہ لینے میں مگن تھی۔ وہ بوکھلا کر کھڑا ہوگیا تھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں.....'' وہ اس کی شکوہ کرتی آنکھوں کے آگے گڑبڑا گیا تھا۔ اسے ہرگز توقع نہیں تھی کہ وہ اس طرح اچانک اس کے سر پر آجائے گی۔

''اگر ایسی کوئی بات نہیں تو پھر ''ویسی'' بات یہ ہی ہوسکتی ہے کہ آپ کو ہم لوگ اس قابل نہیں لگتے کہ ہمارے ساتھ بیٹھ کر ایک کپ چائے پی سکیں۔'' وہ بلا کی پُراعتماد تھی۔ خوب صورتی اور خود اعتمادی دونوں چیزیں مل کر کیسے بند مقابل کے چھکے چھڑاتی ہیں اس کا اندازہ حارث کو پہلی دفعہ ہوا تھا۔

''ایسی یا ویسی کوئی بات نہیں۔ بس میں نے سوچا کہ آپ لوگ پرانے دوست ہیں۔ اس لیے مل کر انجوائے کریں اور میں کور اسٹوری مکمل کرلیتا ہوں۔'' اس نے انتہائی خفت بھرے انداز میں بوکھلا کر صفائی دی۔

''پہلی بات تو یہ ہے کہ دوست کوئی پرانا یا نیا نہیں ہوتا بس دوست ہوتا ہے۔ جہاں تک بات اسٹوری کے مکمل کرنے کی ہے تو وہ ہم ڈیڈ لائن سے ایک دن پہلے ہی دیتے ہیں۔ ہماری سابقہ تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔ آپ دس دن پہلے دے کر ایڈیٹر صاحب کی عادتیں خراب نہ کریں۔ بہت سے بے چارے کام چور لوگوں کی زندگی خراب کردیں گے وہ آپ کی مثالیں دے دے کر.....'' وہ انتہائی دلفریب انداز سے مسکراتے ہوئے اپنی گردن کو خم دے کر بولی تھی۔ حارث کی شرمندگی میں دُگنا اضافہ ہوا تھا۔ وہ وہیں جم کر کھڑی تھی۔ حارث کا دل عجیب سی بغاوت پر اتر رہا تھا۔

''چلیں اٹھیں فوراً یہ کام بعد میں کرلیجیے گا۔ وہاں سب لوگ انتظار کررہے ہیں۔ پہلے ہی انگلش سیکشن کے صرف چار لوگ ہیں ان میں سے بھی ایک غیر حاضر ہو تو بات کچھ بنتی نہیں ہے۔ وہاں اُردو سیکشن والوں کا پلڑا بھاری ہے۔ شاباش اٹھیں، اُٹھیں.....'' ماہ نور کا لہجہ اتنا حتمی تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود منع نہیں کرپایا تھا۔ اسے لگا تھا کہ اس کی قوتِ گویائی سلب ہوگئی ہو۔ وہ اب بے تکلفی سے اس کا کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کررہی تھی۔ وہ اس کے اس حق جتاتے انداز پر کچھ بھی نہیں بول پایا تھا۔ اسے پتا ہی نہیں چلا کہ وہ کب اس کے پیچھے کانفرنس روم میں داخل ہوگیا تھا۔ اسے اندر آتے دیکھ کر سب لوگوں نے تالیاں بجا کر اسے مزید شرمندہ کردیا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

''تھینکس ماہ نور، یہ کمال بس آپ ہی کرسکتی تھیں، ورنہ یہ نواب صاحب میری تھوڑی سنتے ہیں۔'' حماد کی چالاکی اسے فوراً سمجھ آگئی تھی۔ اس کا خفت بھرا جھینپا جھینپا سا انداز سب کے چہروں پر مسکراہٹیں لانے کا موجب بن گیا تھا۔

''جناب ہم جائیں اور کام نہ ہو، ایسے تو حالات نہیں.....'' وہ بڑے شاہانہ انداز سے اپنی شرٹ کا نادیدہ کالر کھڑا کرتے ہوئے بولی تھی۔

''ہاں یہ تو ہے، یقین کرو، ماہ نور کے آنے کے بعد اب مجھے یقین ہے کہ کاپی ٹائم پر چلی جائے گی۔ ورنہ حماد کی سستی اور کاہلی سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔'' اردو سیکشن کی شازمہ نے شرارت سے کہا تھا۔ حماد کا ریکارڈ تھا کہ وہ اپنا کام ڈیڈ لائن والے دن ہی جمع کرواتا تھا۔

''چلو میں سست سہی لیکن تم لوگوں کا حال بھی تو

پاکستان ریلوے کی ٹرینوں جیسا ہے۔ بس اعلان ہی سنتے رہتے ہیں کہ آرہی ہے جبکہ تم لوگ بھی بس اسی طرح اعلان کرتے رہتے ہو اور ہر مہینے راشد صاحب سے جھاڑ کھاتے ہو۔'' وہ ڈھٹائی سے ہنستے ہوئے سینڈوچ کھا رہا تھا۔

''اسے چھوڑو تم بتاؤ ماہ نور، ہنی مون پر کہاں، کہاں گئیں؟ اس دن فون کیا تو نانو بتا رہی تھیں کہ سوات گئی ہوئی ہو۔'' ملیحہ نے کیک کو نفاست سے کاٹتے ہوئے ماہ نور کو مخاطب کیا جو مسکراتے ہوئے سب کی نوک جھوک سن رہی تھی۔

''ہاں بس ایک دو جگہوں پر ہی گئے، میرے تو سر پر کاپی کی ڈیڈ لائن سوار تھی اور تمہیں پتا ہے ناں کہ راشد صاحب کام کے معاملے میں کتنے بدلحاظ ہیں، ایک منٹ میں بندے کی طبیعت صاف کردیتے ہیں۔ اس لیے سچ بات ہے کہ میں نے کوئی انجوائے ہی نہیں کیا۔'' اس کی صاف گوئی عروج پر تھی۔ وہ بہت نفاست سے کباب کانٹے کے ساتھ کھا رہی تھی۔

حارث نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا اس میں ایک خاص قسم کی کشش اور تمکنت تھی جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی تھی۔ سب لوگوں کی توجہ اس کی طرف تھی۔

''آپ خاموش رہنے کے علاوہ کیا کرتے ہیں.....؟'' اس نے اچانک ہی حارث کو متوجہ کیا تھا چونکہ وہ اس اچانک حملے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے گڑبڑا کر رہ گیا۔ اس کے چہرے پر پھیلنے والی بدحواسی پر حماد کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

''بس کوئی خاص نہیں، فارغ وقت میں، میں مطالعے کا شغف رکھتا ہوں.....'' حارث نے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور سنجیدگی سے بولا۔

''اوہ مائی گاڈ، خاصی گاڑھی اردو بولتے ہیں آپ.....'' ماہ نور کھلکھلا کر ہنس دی۔ حارث نے اس کے دائیں گال پر ابھرے ڈمپل سے بہ مشکل آنکھیں چرائی تھیں۔

''اس کی آواز بہت خوب صورت ہے ماہ نور، موسیقی کی خاصی شُدبُد ہے اسے، بہت کمال غزلیں گاتا ہے یہ.....'' حماد نے بیچ چوراہے پر اس کا بھانڈا پھوڑا تھا۔ حارث کے لیے یہ بات انتہائی غیر متوقع تھی۔ اس لیے اس کے چہرے پر پھیلنے والی ناپسندیدگی کسی سے بھی نہیں چھپی رہ سکی۔

''جی ایسا کچھ نہیں ہے ...حماد کو ویسے ہی اول فول بولنے کی عادت ہے.....'' اس نے حد درجہ سنجیدہ انداز میں کہا تھا۔

''جی اس بات کا تو ہمیں پہلے ہی سے پتا ہے، آپ ٹینشن نہ لیں۔ آپ سب لوگ بھی میرے اعزاز میں سجائی یہ محفل ختم کریں۔ باس نے کانفرنس روم میں جھانک لیا تو آپ سب لوگ ہمیشہ کی طرح میرے ہی کندھوں پر بندوق رکھ کر چلا دیں گے اور میری پہلے ہی دن اچھی طبیعت صاف ہوجائے گی۔'' وہ چائے کا خالی کپ ٹرے میں رکھ کر فوراً کھڑی ہوگئی..... باقی سب لوگوں نے بھی اس کی پیروی کی تو حارث نے سکون کی سانس لی۔ اسے اس طرح کی محفلوں سے بڑی الجھن ہوتی تھی اور خصوصاً اس وقت جب اسے مرکزِ نگاہ بنالیا جائے۔ وہ کچھ عرصے سے خاصا آدم بیزار سا ہوگیا تھا۔

میگزین کی ایک کور اسٹوری کے لیے ایڈیٹر صاحب کچھ لوگوں کو ملک کے ٹینشن زدہ علاقوں میں بھیجنا چاہتے تھے۔ باجوڑ ایجنسی کے لیے اس نے اپنا نام پیش کیا تو باقی سب لوگ حیران رہ گئے۔ حماد نے تو اسے اچھا خاصا جھاڑ دیا تھا لیکن وہ کچھ بھی سننے کو تیار نہیں تھا۔ وہ .... آفس کے ماحول سے کچھ عرصے کے لیے جانا چاہتا تھا جہاں اس کا لمحہ لمحہ سولی پر گزرتا تھا۔

پندرہ دن کے بعد وہ واپس آیا تو اس کے پاس لکھنے کے لیے اچھا خاص مواد تھا۔ کاپی کی ڈیٹ سر پر سوار تھی اس لیے ہر بندہ ہی مصروف دکھائی دے رہا

تھا۔ کسی کو بھی ایک دوسرے سے بات کرنے کی فرصت نہیں تھی۔

''حارث پلیز اگر آپ مائنڈ نہ کریں اور آپ کے پاس فرصت ہو تو کیا آپ میرا یہ آرٹیکل چیک کردیں گے، مجھے لگتا ہے کہ اس میں کافی غلطیاں ہیں.....'' اس دن وہ اچانک ہی اس کے کیبن میں آکر انتہائی سنجیدہ انداز میں بولی تھی۔ حارث نے چونک کر اس کے تھکے تھکے سے چہرے کو دیکھا۔ وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

''سوری، میں آپ کو تنگ کررہی ہوں لیکن مجھے کوئی اور بندہ فری نہیں ملا۔ اوپر سے راشد صاحب کا مزاج بھی صبح سے خاصا برہم ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کل تک ڈمی ان کی میز پر ہو اور میری ساس کی طبیعت خاصی خراب ہے مجھے گھر جانا ہے۔ اگر یہ آرٹیکل راشد صاحب کو نہ ملا تو وہ میری اچھی خاصی کلاس لے لیں گے۔''

''اٹس اوکے..... میں... کردوں گا، آپ جائیں۔'' اس کے مختصر جواب پر اس نے بڑی ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

''سوری میں ملیحہ کو کہہ دیتی لیکن وہ ایک انٹرویو کے لیے باہر گئی ہوئی ہے۔'' وہ شرمندہ سے انداز میں مزید وضاحت دے رہی تھی اس کا یہ انداز حارث کے لیے تکلیف کا باعث بن رہا تھا۔

''اٹس اوکے ماہ نور، مجھے کوئی پرابلم نہیں، میں اپنا کام کرکے دے چکا ہوں۔'' اس کے دوٹوک انداز پر وہ کچھ مطمئن ہوئی۔

''اصل میں میری چار سالہ جاب میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ اس سے پہلے میں ہی سب کو ریلیف دیتی تھی لیکن.....'' وہ خاصی الجھی ہوئی تھی۔ حارث کو اندازہ ہورہا تھا کہ وہ کس اندرونی خلفشار کا شکار ہے۔

''ماہ نور..... آپ کیوں اتنی ٹینس ہورہی ہیں۔ جاب میں ایسا ہوجاتا ہے۔ مجھے حماد نے بتایا تھا کہ آپ اکثر اس کی مدد کرتی رہتی تھیں جب اسے کوئی ایمرجنسی ہوتی تھی۔ اس لیے آپ بے فکر ہوکر چلی جائیں، میں کرلوں گا۔'' اس نے خلافِ عادت اتنی تفصیل سے جواب دیا تھا۔ وہ پھیکے سے انداز میں مسکرائی اور کچھ بھی کہے بغیر آگے بڑھ گئی۔ اس کے آرٹیکل کا سرسری انداز میں جائزہ لینے سے اسے فوراً اندازہ ہوگیا تھا کہ اس کا اندازِ تحریر خاصا متاثر کُن تھا۔ اس نے کافی چونکا دینے والے انداز سے حقائق لکھے تھے لیکن لکھتے ہوئے وہ شاید ذہنی طور پر حاضر نہیں تھی اس لیے اس نے موضوع کے متعلق اعداد و شمار پچھلے سال کے دے دیے تھے۔ جس نے اس کی تحریر کا حُسن کم کردیا تھا۔ اس کے علاوہ پیراگراف میں بھی ربط نہیں تھا۔ اسے آرٹیکل کو ایک بھرپور شکل دینے میں پورے تین گھنٹے لگے تھے لیکن وہ اب خاصا مطمئن تھا۔

اگلے دن میگزین کی ڈمی دیکھ کر اسے دھچکا لگا۔ اس آرٹیکل پر ماہ نور کے ساتھ حارث کا نام بھی تھا، حالانکہ پروف ریڈنگ کے دوران اس نے خود دیکھا تھا کہ اس تحریر پر صرف ماہ نور کا نام تھا۔ وہ ڈمی اٹھا کر ماہ نور کے کیبن میں آگیا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔ حارث نے اس کی آنکھوں کے نیچے پھیلے حلقوں کو حیرت سے دیکھا۔ ایک ماہ میں ہی وہ خاصی مرجھا سی گئی تھی۔ شاید گھر اور آفس کی مصروفیات نے اسے خود سے بے پروا کردیا تھا۔

''یہ اس آرٹیکل پر میرا نام کس نے لکھا.....؟'' حارث نے بغیر تمہید کے انتہائی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ اسے اپنا نام وہاں دیکھ کر قطعاً خوشی نہیں ہوئی تھی۔

''یہ نام میں نے لکھا تھا، اصل میں راشد صاحب آرٹیکل کی بہت تعریف کررہے تھے، میرے ضمیر نے گوارا نہیں کیا کہ میں آپ کی محنت پر اپنا نام لکھوادوں کیونکہ اس میں آدھی محنت تو آپ کی شامل تھی۔'' وہ بہت صاف گو تھی اس کا اندازہ حارث کو

بھی ابھی ہوا تھا۔

''لیکن میں نے اس غرض سے تو اس آرٹیکل کو چیک نہیں کیا تھا اور ویسے بھی میں نے صرف کچھ چیزوں کو ارینج اور کچھ اعداد و شمار کی دُرستگی کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔'' وہ کچھ ناراض سے انداز میں وضاحت دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کے نقوش بگڑے بگڑے سے لگ رہے تھے۔

''آپ ناراض کیوں ہورہے ہیں؟'' وہ بھی اپنی سیٹ سے کھڑی ہوگئی تھی۔ ''آپ کو اپنا نام اس آرٹیکل پر اچھا نہیں لگ رہا یا میرے نام کے ساتھ اچھا نہیں لگ رہا.....؟'' وہ دونوں بازو سینے پر باندھ کر بڑے آرام سے پوچھ رہی تھی۔ حارث کو اس کی بولتی آنکھوں سے الجھن ہوئی۔ وہ اس کی بات پر گڑبڑا سا گیا۔

''مجھے آپ کی محنت پر اپنا نام اچھا نہیں لگا۔'' وہ سنبھل کر گویا ہوا۔

''حالانکہ میرا ذاتی خیال ہے کہ آپ نے جس طرح تمام چیزوں کو ایک ردھم کے ساتھ ترتیب دیا ہے اور اعداد و شمار کی درستگی کی ہے۔ اس نے ساری تحریر کی شکل ہی تبدیل کردی ہے ورنہ کل میں جتنی ڈمیٹرب تھی کبھی اتنے عمدہ طریقے سے اس کو نہیں لکھ سکتی تھی۔'' وہ کیبن کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بڑی صاف گوئی سے بتا رہی تھی۔

''آپ نے جس کام کے لیے میں مجھے کہا تھا میں نے وہ ہی کیا ہے۔ آپ پلیز اس پر سے میرا نام ہٹادیں۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔'' اس نے اپنے دل کے اندر برپا ہوتے ارتعاش سے گھبرا کر قدرے روکھے انداز میں کہا تو وہ ہنس پڑی۔

''بہت عجیب ہیں آپ، ورنہ لوگ تو اس بات پر مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں کہ ان کی ہلکی سی محنت بھی کیوں کسی اور کے کھاتے میں جائے۔''

''آئی ایم سوری..... میرا شمار ایسے لوگوں میں نہیں ہوتا۔'' وہ اپنی بات کہہ کر رکا نہیں۔ اس نے ڈنسز انگ ڈیپارٹمنٹ کے وارثی صاحب کو اپنا نام اس پر سے ہٹانے کو کہہ دیا تھا۔ اس کے دوٹوک اور حتمی انداز پر ماہ نور نے بھی مزید کچھ نہیں کہا تھا لیکن اس کے بعد سے وہ اسے کوئی بھی کام کہنے سے محتاط ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس دن اسے ملیحہ کو اپنا آرٹیکل دیتے ہوئے دیکھ کر ہوگیا تھا۔

''یار تم اپنی ساس سے پوچھو کہ ان کو مسئلہ کیا ہے، نہ تمہیں جاب چھوڑنے دیتی ہیں نہ ڈھنگ سے جاب کرنے دے رہی ہیں۔ ہر تیسرے دن ان کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے تو آخر تمہیں ہی کیوں آفس میں تنگ کیا جاتا ہے۔ باقی دو بہویں کیا وہ نمائش میں رکھنے کے لیے لائی ہیں۔'' ملیحہ جھنجلا کر قدرے بلند آواز میں بول گئی تھی۔

''یار مجھے خود سمجھ نہیں آتی کہ ان کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ ذرا سا سر میں درد بھی ہوتا ہے تو وہ اپنے بیٹے کو کراچی فون کھڑکا دیتی ہیں اور وہ صاحب مجھ پر گرجنا شروع ہوجاتے ہیں کہ میں ان کی غیر موجودگی میں ان کی والدہ کا خیال نہیں رکھتی، گھر میں بھی کمپیوٹر کے پاس بھی جاتی ہوں تو ان کو خفقان ہونے لگتا ہے، مجھے تو خود سمجھ نہیں آرہی کہ اپنا آفس کا کام کب کروں؟'' اس کی آواز کی سنجیدگی میں اب رنجیدگی کا عنصر غالب آگیا تھا۔ حارث نے جھنجلا کر ان چھوٹے چھوٹے ڈرامے نما کیبنوں کو دیکھا۔ جہاں کسی کی بھی پرائیویسی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔

''اتنا ہی اماں کا غم ہے تو موصوف خود کیوں نہیں جاب چھوڑ کر کراچی سے اسلام آباد آجاتے۔ تمہیں کیوں بار بار تنگ کررہے ہیں، کل بھی راشد صاحب خفا ہوکر کہہ رہے تھے کہ ماہ نور کی شادی کے بعد کارکردگی پچاس فیصد کم ہوگئی ہے۔ اوپر سے تمہاری آئے دن کی فل اور ہاف ڈے کی چھٹیوں نے ان کا موڈ آف کررکھا ہے۔ تمہیں تو پتا ہے یار کہ

پرائیوٹ جاب میں اس طرح کی چیزوں کا لوگ زیادہ دیر تک لحاظ نہیں کرتے.....'' ملیحہ نے صاف گوئی سے کہا تو وہ ایک لمحے کو چپ ہوگئی۔

''بس یار عجیب سی سچویشن میں پھنس گئی ہوں، نانو امریکا چلی گئی ہیں۔ وہاں بھی نہیں جاسکتی، نہ جاب سے مزید چھٹی لے سکتی ہوں، میاں صاحب نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ میری تنخواہ کے بغیر گھر نہیں چل سکتا اس لیے جاب چھوڑنے کا خیال دوبارہ کبھی ذہن میں لانا بھی نہیں، ورنہ میرا تو شادی کے بعد گھر داری کے ساتھ ساتھ ملازمت کر کے کولہو کے بیل بننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔'' ماہ نور کے انداز میں تھکن ہی تھکن تھی۔

''لو یہ اچھی کہی موصوف نے، شادی سے پہلے کیسے گھر چلا رہے تھے جناب.....؟'' ملیحہ کو یک دم ہی غصہ آگیا تھا۔

''پتا نہیں یار کیسے چلا رہے تھے لیکن اب تو لگتا ہے جیسے میری جاب کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوگا۔ پچھلے ماہ بھی بجلی، گیس کے بل میرے ذمے ڈال دیے گئے تھے۔ اس دفعہ پتا نہیں کیا کریں گے.....'' وہ بھی آج شاید خاصی افسردہ تھی اس لیے تلخی بھرے انداز میں ہنسی تھی۔

''تمہارا دماغ ٹھیک ہے، صاف انکار کردو، یہ شوہروں کی اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں جو آہستہ آہستہ ساری ذمے داریاں بیوی کے کندھوں پر منتقل کر کے خود چین کی بانسری بجاتے ہیں.....'' ملیحہ کے انداز میں سختی عود آئی تھی جبکہ اس کی بات پر وہ استہزائیہ انداز میں ہنس رہی تھی۔

''یار کون سی احمقوں کی جنت میں رہتی ہو.....تم خود بتاؤ ایمانداری سے بھلا بندہ ایسے کیسے ٹکا سا جواب دے سکتا ہے۔ میرے جیسا بندہ تو ہرگز نہیں.....''

''ٹھیک ہے پھر اپنی اسی مروت کے ہاتھوں تنگ ہوتی رہنا کیونکہ مجھے تو نہیں لگتا کہ وہ ماں، بیٹا تمہیں ریلیکس ہونے دیں گے.....'' ملیحہ نے جھنجلا کر کہا تھا۔ ان کی باتوں سے حارث کا دکھ اور رنجیدگی کے احساس سے بوجھل ہوگیا تھا۔ اسے پہلی دفعہ اندازہ ہوا تھا کہ اس کے تھکے تھکے چہرے کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما ہیں۔

''نہ اللہ ہی اپنے بندوں کو آسانیاں دے سکتا ہے یہ انسانوں کے ظرف کی بات نہیں۔ ان کا بس چلے تو سانس بھی گن کر لینے دیں۔ باقی اپنے حصے کی دکھ کی فصل تو خود کاٹنا پڑتی ہے مجھے تو بچپن سے اس کا تجربہ ہے۔ خیر یار سوری میں نے تمہیں بھی پریشان کردیا تھا۔ دفع کرو، اچھی سی چائے منگواؤ مل کر پیتے ہیں.....'' وہ زبردستی کے بشاش انداز میں بولی تھی۔

''تم کبھی نہیں سدھر سکتیں.....یاد رکھنا کہ اپنے حق کے لیے خود جنگ لڑنا پڑتی ہے ورنہ کوئی ہمسائے سے آکر آپ کے لیے نہیں لڑتا.....'' ملیحہ نے اٹھتے اٹھتے اسے ایک دفعہ پھر سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

''یار چھوڑو، ان جنگوں کو، مجھے تو ویسے بھی لڑائی کا سوچ کر ہی وحشت ہوتی ہے۔ میں نے تو ان جنگوں سے بچنے کے لیے کبھی [illegible] مضمون کو بھی ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ بہت برا لگتا تھا یہ مضمون.....'' وہ بے پروائی سے ہاتھ جھاڑ رہی تھی۔ جبکہ ملیحہ بھی اس سے مایوس ہوکر اب کھڑی ہوئی تھی وہ دونوں اب کانفرنس روم کی طرف جارہی تھی۔

☆☆☆

وہ دو دن سے پھر غیر حاضر تھی اور راشد صاحب کا پارہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ اس نے کسی انٹرویو کے لیے جانا تھا لیکن کسی گھریلو مسئلے کی وجہ سے آفس نہیں آسکی تھی۔ وہ اور حماد انٹرویو تو کر آئے تھے لیکن راشد صاحب اس دفعہ اسے کوئی بھی رعایت دینے کے موڈ میں نہیں نظر آرہے تھے۔ ان کے مزاج کی برہمی اس دن ایڈیٹوریل والوں کی میٹنگ میں عروج پر تھی جو انہوں نے خصوصاً انگلش سیکشن کی

کلاس لینے کے لیے منعقد کی تھی۔ رسمی سی گفتگو کے بعد وہ انتہائی سخت انداز میں کہہ رہے تھے۔

''کسی بھی کامیابی کو حاصل کرلینا میرے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں، مشکل کام یہ ہے کہ آپ اپنی ریپوٹیشن کو برقرار کیسے رکھتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ کسی بھی آرگنائزیشن میں آپ کا قد آپ کی محنت اور قابلیت سے ہوتا ہے۔ ادارے آپ کی محنت کے بل پر ہی چلتے ہیں اور آپ کی کارکردگی کی بنیاد پر ہی آپ کے مقام کا تعین ہوتا ہے۔'' راشد صاحب نے بطور خاص ماہ نور کی طرف جتاتی ہوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ماہ نور نے بیٹھے بیٹھے خفت بھرے انداز سے پہلو بدلا تھا سب کی نظریں بے اختیار اس کی طرف اٹھی تھیں۔ راشد صاحب نے ادھر ادھر گھما پھرا کر کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد ایک دفعہ پھر ڈائریکٹ ماہ نور سے کہا تھا۔

''ہاں جی ماہ نور.....اب آپ کے کیا ارادے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ آپ اپنی جاب کے بارے میں سیریسلی سوچیں۔ اگر آپ گھر اور ملازمت میں توازن نہیں رکھ پا رہیں تو آپ کو سنجیدہ ہوکر کوئی فیصلہ کرلینا چاہیے کیونکہ آئے دن کی چھٹیوں کی اب مزید کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ آپ کو فیور دینے کا مطلب یہ ہے کہ مجھے باقی لوگوں کو بھی دینا ہوگا۔'' راشد صاحب کی بدلحاظی پر ماہ نور کا منہ سرخ ہوگیا تھا۔ بھرے مجمع میں بے عزتی کا احساس ہی اتنا شدید تھا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے جن کو چھپانے کے لیے اس نے سر نیچے کرلیا تھا۔ وہاں موجود اس کے باقی کولیگز کو بھی اپنے باس کی یہ بات بالکل اچھی نہیں لگی تھی۔

''کوئی بھی ادارہ اپنے اصول وضوابط پر عمل کر کے ہی اپنا وجود قائم رکھ سکتا ہے اگر اپنے ہی قوانین کی اہم خود دھجیاں اڑانے لگیں تو پھر زوال کے موسم کو آنے میں دیر نہیں لگتی۔'' وہ مزید اب اسی موضوع پر بے تکان بول رہے تھے۔ باقی سب لوگ سر جھکائے ان کی تلخ مگر سچی باتوں کو ہضم کرنے کا دشوار کن مرحلہ دشوار کن طریقے سے ہی عبور کررہے تھے۔ میٹنگ پورے دو گھنٹے جاری رہی تھی۔

''راشد صاحب کا لگتا ہے کہ دماغ خراب ہوگیا ہے ٹھیک کہا ہے کسی نے.....'' اختیار کسی بھی انسان کو بے اختیار کردیتا ہے اور یہ بات راشد صاحب پر بالکل فٹ بیٹھتی ہے۔'' راشد صاحب کے میٹنگ روم سے نکلتے ہی ملیحہ بری طرح پھٹ پڑی تھی۔

''بہت غلط بات کی ہے سر نے انہیں وہ وقت بھول گیا جب میرا ایکسٹینشن ہوا تھا اور ملیحہ میٹرنٹی لیو پر تھی تب انگلش سیکشن کا سارا کام ہی ماہ نور نے کیا تھا۔'' حماد کو بھی سخت برا لگا تھا کہ انہوں نے پوری میٹنگ میں بس ماہ نور کو ہی آڑے ہاتھوں لے کر خوب رگیدا تھا۔ وہ بے چاری بالکل چپ رہی تھی، اسے وہ وقت یاد آرہا تھا جب ایسی ہی میٹنگ میں وہ اسے اور اس کے کام کو گھنٹوں سراہتے تھے۔

''اس کے علاوہ بھی تو بے شمار مواقع پر ماہ نور گدھوں کی طرح چار چار بندوں کا کام کرتی تھی۔ اب دیکھو کیسے بدلحاظ ہوگئے ہیں ذرا بھی نام کو مروت نہیں ان میں.....'' ملیحہ نے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلتے ہوئے ایک دفعہ پھر بھڑاس نکالی تھی۔ اس وقت وہ چاروں ہی میٹنگ روم میں تھے۔ حارث بالکل خاموش تھا اسے بالکل بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ اس موقع پر کیا کہے۔

''اٹس اوکے یار.....راشد صاحب غلط نہیں کہہ رہے، پچھلے دو، تین ماہ سے وہ میرا کافی لحاظ کرچکے ہیں۔ انہوں نے اپنا میگزین بھی تو چلانا ہے ناں.....'' وہ ضبط کے کڑے مراحل سے گزر کر بہ مشکل مسکرائی تھی۔

''کیوں.....؟ کیا ہوا ہے ان کے میگزین

کو..... ہمیشہ وقت پر ہی تو نکلتا رہا ہے۔ ہر وقت ڈیڈ لائن کا سر پر ہوا سوار کر رکھا ہوتا ہے۔ اب کیا ہم ایک مہینے میں دو دفعہ میگزین نکالنا شروع کر دیں.....''

ملیحہ کا غصہ کسی طور پر بھی کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

''بس ایسے ہی دماغ کی خرابی ہے اور کچھ نہیں، ورنہ پچھلے دو ماہ سے بھی میگزین اپنے وقت پر ہی پرنٹ ہونے کے لیے گیا ہے۔ خیر چھوڑو، اس بات کو، ماہ نور زیادہ دل پر لینے کی ضرورت نہیں۔'' حماد نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تو وہ جبراً مسکرا دی۔

''مس ماہ نور، ڈونٹ ٹیک ٹینشن..... میرے لائق جب بھی کوئی کام ہو آپ مجھے کہہ سکتی ہیں۔'' حارث نے بڑے نپے تلے انداز میں کہا تھا وہ اس کے محتاط انداز پر کھل کر مسکرائی تھی۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی حماد بول پڑا تھا۔

''اوئے یہ بی بی۔ ''مس'' نہیں ''مسز'' بن چکی ہیں تمہیں کیوں بھول جاتا ہے۔ یہ سارا فساد ان کے مسز بننے کے بعد ہی شروع ہوا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے تو محترمہ ہم سب کے کام بھی نمٹا دیا کرتی تھیں۔ ان کی شادی کے بعد ہم تو خود بھی بہت دکھی ہیں سارا کام خود کرنا پڑتا ہے۔''

''بہت فضول ہو حماد تم.....'' وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ ان تینوں نے سکون کی سانس لی، وہ اب کچھ پُرسکون نظر آ رہی تھی۔

''تھینک یو حارث، آپ سب لوگوں کی محبت کی وجہ سے تو میں یہاں ہوں۔ ورنہ میری اتنے سال کی سروس میں یہ پہلی دفعہ راشد صاحب مجھ پر برہم ہوئے ہیں اور یہ سب میری اپنی کوتاہی کی وجہ سے ہوا ہے، اس لیے مجھے ان کے کوئی گلہ نہیں۔'' وہ خاصے مثبت مزاج کی حامل لڑکی تھی۔ اس بات کا حارث کو ابھی ابھی اندازہ ہوا تھا۔ حارث سمیت سب نے بڑی رشک بھری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اب بالکل نارمل انداز میں سب کے ساتھ محو گفتگو تھی۔

اگلا پورا ہفتہ وہ بالکل باقاعدگی کے ساتھ آفس آتی رہی۔ راشد صاحب کا مزاج جو سوا نیزے پر تھا اب بالکل نارمل ہو گیا تھا۔ جس کے بعد وہ خاصی ریلیکس تھی۔ اس دن مانیٹنگ پلاننگ کی میٹنگ تھی جب حماد نے بتایا کہ ماہ نور چھٹی پر ہے کیونکہ اس کے میاں صاحب کراچی سے چھٹی پر آئے ہوئے ہیں۔ اس کی اطلاع پر حارث کے اعصاب نہ جانے کیوں تن سے گئے تھے۔ اشتعال، غصہ، بے بسی، پتا نہیں کون کون سے جذبات اُمڈ اُمڈ کر آ رہے تھے۔ اگلے دو دن وہ غیر حاضر رہی تھی۔ تیسرے دن جب وہ آفس آئی تو اس کی آنکھیں سُوجی ہوئی تھیں۔ وہ حد درجہ پژمردہ دکھائی دے رہی تھی۔

''یہ تم نے کیا حلیہ بنایا ہوا ہے؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں.....؟'' وہ ابھی ابھی ملیحہ کے کیبن میں آئی تھی جو اس کی حالت دیکھ کر چونک گئی تھی۔

''بس یار طبیعت ٹھیک نہیں تھی، فلو ہو رہا تھا۔ تم یہ بتاؤ راشد صاحب گرجے برسے تو نہیں.....؟'' اس کی رنجیدگی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ حارث نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا جس کی پشت اس کی جانب تھی۔ وہ خاصے ڈھیلے ڈھالے انداز میں کھڑی تھی۔ سیاہ سوٹ میں وہ کوئی اداس شام کا حصہ لگ رہی تھی۔

''تمہاری قسمت اچھی تھی۔ راشد صاحب بھی آج ہی اپنے گاؤں سے واپس آئے ہیں، ان کی والدہ بیمار تھیں۔ آتے ہی انہوں نے تمہارا شاندار سا آرٹیکل پڑھا تو اُش اُش کر اٹھے۔ ابھی سارے آفس کے سامنے تمہاری تعریفوں کے پُل باندھ کر گئے ہیں۔'' ملیحہ نے خوشگوار انداز میں اطلاع دی۔

''میرا آرٹیکل، کون سا.....؟'' وہ زبردست چونکی تھی۔ اس کے انداز میں اس قدر حیرت تھی کہ حارث کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

''وہی آرٹیکل جو تم نے انہیں کل گھر سے میل کیا تھا۔ ویسے یار یہ بھی تمہاری ہمت ہے جو گھر میں بیٹھ

کر بھی کام کر لیا، ورنہ ہمارے گھر میں تو میری نندوں اور ساس کی چیخ چیخ سے بندہ ایک لفظ بھی سکون سے نہیں پڑھ سکتا، لکھنا تو بہت دور کی بات ہے۔'' ملیحہ ہنستے ہوئے اسے سراہ رہی تھی۔

''میرا آرٹیکل.....!'' وہ کچھ توقف کے بعد چونکی اور بے ساختہ مڑ کر حارث کو دیکھا جس کی آنکھوں میں ایک ہلکی سی التجا تھی۔ اسے ساری بات سمجھ میں آ گئی تھی۔ وہ دانستہ خاموش رہی۔

''حارث مجھے اپنے فیچر کو آپ کے ساتھ ڈسکس کرنا ہے، کیا آپ میٹنگ روم میں آئیں گے.....'' وہ اس کے سنجیدہ انداز پر گڑبڑا کر فوراً ہی کھڑا ہو گیا تھا۔

''آپ نے میرے نام سے آرٹیکل کیوں لکھا.....؟'' میٹنگ روم میں داخل ہوتے ہی، بڑی فرصت کے ساتھ کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے براہِ راست اس سے پوچھ لیا تھا۔ حارث کو اس کے سنجیدہ لہجے سے معاملے کی سنگینی کا اندازہ ہوا۔ اس کی خوب صورت آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقوں سے نظریں چراتے ہوئے حارث نے اپنا خشک گلا بہ مشکل تر کیا۔

''میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو انفارم نہیں کر سکا۔ اصل میں میرے پاس آپ کا ٹیکٹ نمبر نہیں تھا اور کسی اور سے پوچھنا مجھے مناسب نہیں لگا تھا۔'' اس کی آنکھوں میں چھپی گہری سنجیدگی سے گھبرا کر اس نے فوراً وضاحت دی۔

''اور اگر راشد صاحب مجھے آتے ہی اپنے آفس میں بلا کر اس آرٹیکل پر گفت و شنید شروع کر دیتے اور میں لاعلمی کا اظہار کر دیتی تو آپ کو پتا ہے کہ میرے لیے کس قدر عجیب صورتِ حال بن جاتی۔'' وہ پُراعتماد نظروں سے اس پر نظریں جمائے بولی تھی حارث کو اپنا اعتماد فضا میں تحلیل ہوتا محسوس ہوا۔

''آئی ایم سوری..... لیکن یقین کریں میری نیت بالکل صاف تھی۔ میں اپنا کام کر چکا تھا اور فارغ مجھ سے رہا نہیں جاتا۔ آپ کے آرٹیکل کا موضوع مجھے دلچسپ لگا تو میں لکھے بغیر نہیں رہ سکا۔'' وہ اس سے آنکھیں چرا کر صفائی دے رہا تھا۔

''حارث آپ کیسے جرنلسٹ ہیں، آپ کو تو ڈھنگ سے جھوٹ بولنا بھی نہیں آتا.....'' وہ ٹکٹکی باندھے اسے ٹٹولتی نظروں سے دیکھتے ہوئے سادہ سے لہجے میں بولی۔ ''حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ کو ڈر تھا کہ سر آتے ہی مجھ پر برسنا شروع کر دیں گے اس لیے آپ نے صرف اور صرف مجھے ان کے عتاب سے بچانے کے لیے میرا آرٹیکل اس تاریخ کو دے دیا، جس تاریخ کو مجھے پلاننگ کیلنڈر کے مطابق دینا تھا۔'' وہ سو فیصد درست کہہ رہی تھی۔ حارث چاہتے ہوئے بھی اس کی تردید نہیں کر سکا کیونکہ حقیقت یہی تھی۔ وہ بالکل کچھ بھی نہیں بول سکا تھا۔

''کیا مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا.....؟'' اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے بڑی گہری نظروں سے اس کے تھکے تھکے انداز کو دیکھا تھا۔

''پتا نہیں.....'' اس نے کندھے اچکائے۔ ''لیکن میں شاید آپ کے احسان کا بدلہ نہ چکا سکوں.....'' وہ گہری سانس لے کر بولی تھی۔ اضطراب اور افسردگی اس کے سارے وجود سے عیاں تھی اور وہ اسے چھپانے کی دانستہ کوشش کر بھی نہیں رہی تھی۔

''تو میں نے کب آپ سے ایسا کوئی مطالبہ کیا ہے.....؟'' وہ اب انتہائی اعتماد کے ساتھ براہِ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

''ضروری بھی تو نہیں ہوتا کہ ہر مطالبے کو لفظوں کو پیراہن دیا جائے۔ بہت سی چیزیں آپ کی آنکھیں، انداز اور جسمانی اعضا کی جنبش سے بھی جھلک جاتی ہیں۔'' اس نے انتہائی عجیب انداز سے اسے دیکھا تھا جیسے وہ اسے بہت کچھ جتانا چاہ رہی ہو۔ حارث گڑبڑا سا گیا تھا۔

''پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہ رہی ہیں، یقین کریں مجھے سمجھ نہیں آرہی.....'' اس نے بوکھلا کر وضاحت دی تھی۔ نہ جانے کیوں اسے ہمیشہ اپنا اعتماد اس نازک کی لڑکی کے سامنے متزلزل ہوتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

''حارث صاحب چیزیں اس وقت سمجھ میں آتی ہیں جب اسے سمجھنا چاہتے ہیں ورنہ تو کسی کو بے وقوف بنانا بالکل بھی مشکل کام نہیں اور ایسی صورت میں جب اگلا بندہ بھی بے وقوف بننے کو تیار ہو۔'' وہ پھر عجیب انداز سے مسکرائی۔

''آپ کو کیا لگتا ہے کہ میں آپ کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہا ہوں.....'' حارث نے اپنے دونوں بازو سینے پر باندھتے ہوئے دوٹوک انداز اپنایا۔

''میں نے ایسا کب کہا؟ میں تو یہ کہنے کی کوشش کر رہی ہوں کہ جب کسی کے اوپر احسان کرتے ہیں تو صاف صاف طریقے سے بتا دیتے ہیں۔ بعض دفعہ آپ کی کسی اچھے مقصد کے لیے بھی گھما پھرا کر کی جانے والی کوشش اگلے بندے کو ہرٹ بھی کر سکتی ہے۔ ہر بندہ عقلمند تھوڑی ہوتا ہے۔''

''لیکن مجھے اتنا اندازہ ہے کہ آپ بے وقوف ہرگز نہیں، اچھی خاصی سمجھدار خاتون ہیں اور چیزوں کو اسی انداز میں لیتی ہیں جس انداز میں لینا چاہیے۔'' حارث نے اس کے رنجیدہ چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے دانستہ خوشگوار انداز اختیار کیا تو وہ اس دفعہ بے ساختہ مسکرائی۔

''آپ کے اندازے خاصے غلط ہوتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ آج مجھے ابھی ابھی ہوا ہے.....'' وہ اب کھل کر مسکرا رہی تھی۔

''آپ کی سسرال والے کیسے ہیں؟'' حارث کے منہ سے اچانک پھسلا تھا۔ وہ اپنی بات پر بُری طرح گڑبڑایا.....''آئی ایم سوری میں کچھ پرسنل ہو گیا.....''

''اٹس او کے..... حارث، اتنا فارمل ہونے کی ضرورت نہیں، میں چاہے کسی کو بتاؤں یا نہ بتاؤں لیکن سب کو پتا ہے کہ میری کارکردگی کا گراف جو بری طرح نیچے آیا ہے اس کے پیچھے میرے گھریلو مسائل ہی ہیں۔ ہم سب لوگ بہت سالوں سے اکٹھے کام کر رہے ہیں اس لیے سب ہی ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اب جہاں تک سسرال والوں کا تعلق ہے تو سب ہی اچھے ہیں۔ بس ایک نالائق بہو سے اُن کا واسطہ پڑ گیا ہے جو گھر اور جاب میں توازن نہیں رکھ پا رہی۔'' اس نے بہت سلجھے اور نپے تلے انداز میں بہت کچھ کہہ دیا تھا۔

''چلیں، اللہ سب کو آسانیاں دے، میرے لائق جب بھی کوئی خدمت ہو آپ مجھے بلا جھجک کہہ سکتی ہیں۔'' حارث کی بات پر وہ بے ساختہ ہنسی۔

''بس اتنی گزارش ہے کہ جو چیز اندر ہٹلر صاحب کے روم میں بھیجا کریں، مجھے کم از کم بتا ضرور دیا کریں، کسی دن بے خبری میں میرے ساتھ آپ بھی نہ مارے جائیں۔ میرے ستارے تو ویسے بھی آج کل گردش میں ہیں۔'' اس نے بھی ہلکا سا سر خم کر کے اسے اطمینان دلایا تو وہ دونوں باہر نکل آئے۔

☆☆☆

کاپی پریس میں جانے کے بعد کچھ دن خاصے سکون سے گزرے تھے۔ حارث بھی چار پانچ دن کی چھٹی لے کر مظفر آباد آ گیا تھا۔ یہاں آ کر سارے ہی زخموں کے ٹانکے اُدھڑ جاتے تھے۔ اب تو وہاں بھی زندگی رواں دواں تھی لیکن 8 اکتوبر کے زلزلے میں شہید ہو جانے والے افراد کے باقی گھر والوں کے لیے گویا زندگی ایک مقام پر آ کر رک گئی تھی۔ یہی حال حارث کا تھا۔

تین دن تو اس کا کچھ بھی کرنے کو جی نہیں چاہا تھا۔ ہر طرف یادوں کی ایسی قبریں تھیں جنہیں دیکھ کر اور صرف سوچ کر ہی زخم دہائی دینے لگتے تھے۔

چوتھے دن وہ اپنے ایک دوست کی مدد سے ایک پراپرٹی ڈیلر سے ملا۔ اس کو اپنے کھنڈر گھر کی فروخت کے لیے ابتدائی مراحل طے کرنے کو کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ تم اب مظفر آباد سے ہمیشہ کے لیے رابطہ ختم کر لینا چاہتے ہو۔'' اس کا کشمیری دوست عبداللہ اداس ہو کر بولا تھا۔ وہ وہیں اس شہر میں اپنی بوڑھی ماں کے ساتھ مقیم تھا۔ اس کا باقی خاندان بھی اسی زلزلے کی نذر ہو گیا تھا۔

''نہیں یار..... تمہیں کس نے کہا؟ بھلا اپنی بنیادوں سے کون رابطہ ختم کر سکتا ہے۔'' حارث بے بسی سے مسکرایا تھا۔

''پھر تم اس گھر کو فروخت کرنے کے بجائے اسے دوبارہ کیوں نہیں بنواتے۔ کسی اچھی سی لڑکی کے ساتھ شادی کر کے دوبارہ یہاں آ کر رہنا.....'' عبداللہ نے اسے خلوصِ دل سے مشورہ دیا تھا۔ اچھی لڑکی کے نام سے اس کے ذہن میں فوراً ماہ نور کا تصور آیا تھا جسے اس نے بڑی بے دردی سے جھٹکا تھا۔

''یار مجھ سے کون شادی کرے گا، کوئی آگا پیچھا نہیں رہا۔'' وہ استہزائیہ انداز سے ہنسا تو عبداللہ نے سخت برا منایا تھا۔

''تم کون سی دنیا میں رہتے ہو یار..... آج کل تو لوگ اکیلے بندے کو خوش ہو کر لڑکی دیتے ہیں کہ سسرال کا جھنجٹ نہیں ہوگا۔ پیچھا کیوں نہیں ہے مانا کہ سارا گھر اس زلزلے میں شہید ہو گیا لیکن تمہارے ایک تایا کینیڈا میں مقیم ہیں پھر ہم لوگ نہیں ہیں کیا؟ مجھے بتاؤ میں اور بے بے خود تمہارا رشتہ مانگنے جائیں گے۔'' عبداللہ کی ناراضی اس کے لیے بڑی فطری سی خوشی کا باعث بنی تھی۔ اس لیے اس نے ممنون نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''سوری یار، میرا ہرگز مقصد تمہاری دل آزاری نہیں تھا۔ تم میرے بھائیوں جیسے دوست ہو، سارا بچپن ساتھ گزرا ہے، میں ضرور تمہیں بتاؤں گا، فی الحال تو اس گھر کو بیچ کر ایک نیا گھر خریدنے کا ارادہ ہے۔ اب پرانے گھر میں بالکل نہیں رہ سکتا۔ سب لوگ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے یاد آئیں گے۔'' حارث کی وضاحت سے عبداللہ کچھ مطمئن نظر آنے لگا تھا۔

''ہاں، یہ ٹھیک ہے، میں بھی حیران تھا کہ ایک خالص ہن پرست بندہ کیسے اپنی بنیادوں سے کٹ کر دور رہ سکتا ہے۔'' وہ عبداللہ کی حیرانی پر مسکرایا تھا۔ اسے واقعی اپنے علاقے سے محبت نہیں عشق تھا۔ یہاں آ کر اس کی ساری تھکن اتر جاتی تھی۔ اس کی مستقبل کی پلاننگ میں ہمیشہ سے تھا کہ وہ یہیں آ کر سیٹ ہوگا۔

☆☆☆

وہ پورے پانچ دن کے بعد گھر آیا تو ڈائیو ٹرمینل سے اسے حماد پک کرنے آیا تھا۔ آج موسم کے تیور خاصے خطرناک تھے۔ بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ بجلی بھی خوب چمک رہی تھی۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے۔ ٹرمینل سے باہر نکلتے ہی اس پر باقاعدہ کپکپی طاری ہو گئی تھی۔ باہر بارش اپنے زوروں پر تھی۔ آج تو حماد بھی خلافِ توقع خاصا سنجیدہ تھا۔ اس نے راستے میں کوئی پھلجڑی نہیں چھوڑی تھی۔

''تمہارے چہرے پر کیوں بارہ بجے ہوئے ہیں، خیر ہے ناں؟ کہیں راشد صاحب نے آفس سے چھٹی تو نہیں کر دی۔'' حارث نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے چھیڑا۔

''نہیں یار، ایسی کوئی بات نہیں، ایک تو تھکن سے چہرہ لٹکا ہوا لگ رہا ہے پھر صبح سے عجیب سی ٹینشن ہے۔ سارا دن کورٹ میں گزرا اس لیے سارا..... دن کی ہنجل خواری کی وجہ سے چہرے پر نحوست برس رہی ہے۔'' حماد نے باقاعدہ منہ کھول کر جمائی لیتے ہوئے وضاحت کی۔

''میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا کہ مجھے پک

کرنے مت آؤ، جی الیون سیکٹر سے یہاں پنڈی.... آنے میں اچھا خاصا ٹائم لگتا ہے اوپر سے اس روڈ پر ٹریفک بھی تو اتنا ہے۔'' حارث کی بات پر اس نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور طنزیہ انداز میں کہا۔

''خدا کے واسطے یار، یہ اپنا مروت نامہ بند کردو، ایک سر میں درد نہیں ہے وہ تمہاری اس قسم کی بکواس سے شروع ہوجائے گا۔ ہزار دفعہ کہا ہے کہ میرے ساتھ اس طرح کی گفتگو نہ کیا کرو مجھے بڑی سخت قسم کی بدہضمی ہونے لگتی ہے۔''

''اچھا، نہیں کرتا، تم یہ بتاؤ کہ کورٹ کس چکر میں گھومتے رہے ہو۔'' حارث نے بات بدلتے ہوئے پوچھا تو اس کی بات پر ایک دفعہ پھر حماد کے چہرے کے زاویے بدلنے لگے۔ وہ اب خاصا تپ کر بولا تھا۔

''یار ہمارے معاشرے میں جتنا ظلم ایک عورت، عورت پر کرتی ہے اور کوئی نہیں کرتا ہوگا۔ شادی بیاہ کو ان عورتوں نے مسئلۂ کشمیر بنا رکھا ہے۔ پہلے شادی نہ ہونے پر لڑکی کو ٹارچر کرتے ہیں اور اس کے بعد کسی لولے لنگڑے کے ساتھ بیاہ دیتے ہیں، پھر کہا جاتا ہے کہ چاہے صبح شام جوتے کھاؤ لیکن بسنا تم نے میاں کے گھر ہی ہے۔''

''کیا مطلب..... یہ تم نے کیا عورتوں کے حقوق کی تنظیم بنالی ہے میری غیر موجودگی میں.....؟'' حارث نے سخت حیرت سے اس کا حد درجہ تپا ہوا چہرہ دیکھا تھا۔

''یار جب ایک ہی صنف کے لوگ ظالم بھی ہوں اور مظلوم بھی۔ وہاں حقوق کی جنگ لڑنا بہت مشکل کام ہے۔ ویسے بھی شریف عورتوں کو ہی زیادہ مسئلے ہوتے ہیں ورنہ اگر کوئی ہٹلر ٹائپ ٹھاں پاں کرنے والی خاتون ہو، اس سے تو ویسے ہی سارا خاندان ڈرتا ہے اور کوئی اسے چھیڑنے کی غلطی نہیں کرتا۔ لڑکیوں کی قوم کو بزدل ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔'' حماد نے گاڑی کا وائپر آن کرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''یہ کس کی بزدلی نے آپ کو اتنا سیخ پا کر رکھا ہے کچھ روشنی ڈالنا پسند کریں گے آپ.....؟'' حارث نے طنزیہ انداز سے اس کی طرف دیکھا جو بڑی توجہ سے تیز بارش میں بڑی مہارت کے ساتھ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

''یار کس پر سیخ پا ہونا ہے، میری زندگی میں خاندان کی خواتین کے علاوہ صرف چن کر چھ سات خواتین ہیں، جن میں ماہ نور اور اس کی نانو سرفہرست ہیں۔ جنہیں ساری دنیا میں اعتبار کرنے کے لیے صرف میں ہی ملتا ہوں۔ بس پچھلے دو تین دن سے ماہ نور...اور نانو نے دماغ خراب کر رکھا ہے۔ مجھے نانو سے اس قدر بے مروتی کی توقع ہرگز نہیں تھی۔'' اس نے ایک سرد آہ بھر کر تفصیل سے بتایا۔ اس کی بات پر حارث بری طرح سے چونکا تھا۔ اسے علم ہی نہیں تھا کہ ماہ نور کی نانو پاکستان آچکی تھیں۔

''ماہ نور کی نانو۔ کب آئیں پاکستان.....؟'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''وہ تو شاید اب بھی نہ آتیں اگر ماہ نور کے سسرال والے اسے گھر سے نہ نکال دیتے۔ تین دن وہ ملیحہ کے گھر رہی ہے بے چاری۔ کل ہی نانو صاحبہ پاکستان پہنچی ہیں۔ تب سے ایک ہی بات کی گردان کیے جارہی ہیں کہ جیسے بھی حالات ہیں بس اپنے گھر میں گزارہ کرو۔'' حماد نے اپنی طرف سے اس کے سر پر بم ہی تو پھوڑا تھا۔ ایک لمحے کو وہ ششدر رہ گیا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ وہ اس خبر پر کس طرح ری ایکٹ کرے۔ تھوڑا سا سنبھل کر اس نے پوچھا۔

''لیکن اس کے سسرال والوں نے کیوں اسے گھر سے نکالا.....؟'' حارث کو سن کر ہی اتنی تکلیف ہوئی تھی تو جس پر بیتی ہوگی اس کا کیا حال ہوگا۔ وہ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ دل کی رگوں میں درد الجھ رہا تھا۔

''یار دماغ خراب ہوگیا ہے ان کا، پچھلے ایک ماہ سے اسے تنگ کررہے تھے کہ تمہاری نانو کا جو آئی ایٹ والا بنگلا ہے۔ وہ خالی ہے ان سے کہو کہ وہ تمہارے نام کردیں تو پھر ہم سب وہاں شفٹ ہوجاتے ہیں۔'' حماد کی بات پر حارث کو جھٹکا لگا تھا جبکہ وہ مزید کہہ رہا تھا۔ ''ماہ نور اس مطالبے کو نظر انداز کیے جارہی تھی۔ اس کا نام نہاد غیرت مند میاں کراچی سے آیا ہوا تھا۔ تین دن پہلے جب ماہ نور نے بنگلے کے سلسلے میں اپنی نانو سے بات کرنے کے سلسلے میں معذرت کرلی تو اس نے طیش میں آکر ہاتھ پکڑ کر اسے گھر سے نکال دیا۔ اندازہ کرو اس گھٹیا شخص کی ذہنیت کا۔ اس کا رات گیارہ بجے ملیحہ کو فون آیا جو وہ کسی پی سی او سے کررہی تھی۔ تب جا کر وہ اپنے میاں کے ساتھ اسے لے کر آئی۔ بہت بری حالت تھی اس بے چاری کی۔'' حماد کے غصے پر اب رنجیدگی غالب آگئی تھی۔

''یہ تو بہت ہی چیپ حرکت کی ہے اس کے میاں نے۔'' حارث نے اپنے اندر اٹھتی ہوئی اشتعال کی لہر کو بہ مشکل دباتے ہوئے کہا تھا۔ ''اب نانو کیا کہتی ہیں؟''

''انہوں نے کیا کہنا ہے، مجھے کل بھی بلوایا تھا کہ اس گھر کو ماہ نور کے نام کروانے کے سلسلے کے کاغذات تیار کرواؤ جبکہ ماہ نور ایسا ہرگز نہیں چاہتی۔'' حماد نے کھل کر بتایا۔ اس کی گاڑی فیض آباد سے اب آئی ایٹ سیکٹر کی طرف رواں دواں تھی۔ بارش کی تندی اور تیزی میں کمی آگئی تھی اور اندھیرا بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا جارہا تھا۔

''یہ کیا ہم ماہ نور کے گھر جارہے ہیں؟'' اس نے جانے پہچانے راستوں پر گاڑی کو رواں دواں دیکھ کر کہا تھا۔ حارث کو آج سے سات آٹھ ماہ پہلے کی سرد شام یاد آگئی تھی۔ وہ شام جس کے اندھیرے اس کی ساری زندگی پر محیط ہوگئے تھے۔

''ہاں یار، کچھ ڈاکومنٹس پر ماہ نور کے سائن لینے ہیں.....'' اس کی سوالیہ نظروں پر حماد نے فوراً وضاحت دی تو وہ خاموش ہوگیا۔ وہ نہ جانے کیوں اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ اب ناگزیر ہوچکا تھا۔

جب گاڑی ان کے آتشی گلابی بوگن ویلیا پھولوں سے ڈھکے بنگلے میں داخل ہوئی تو ماحول میں عجیب سی سوگواریت اور اداسی چھائی ہوئی تھی۔ بارش رک گئی تھی۔ وہ دونوں گاڑی سے اترے تو حارث کو بے اختیار وہ لمحہ یاد آگیا جب اس نے پہلی دفعہ اس برآمدے میں ہنستی مسکراتی اور زندگی سے بھرپور ماہ نور کو دیکھا تھا لیکن دس منٹ بعد نانو کے ساتھ اندر آتی ماہ نور کو دیکھ کر حارث کو دھچکا لگا تھا۔ سیاہ شال کو اچھی طرح لپیٹے انتہائی رنجیدہ اور شدتِ گریہ سے سوجی ہوئی آنکھوں سے حارث اور حماد دونوں نے ہی نظریں چرائی تھیں۔ ساتھ ہی بادامی رنگ کے سوٹ میں پشمینہ شال اچھی طرح لپیٹے نانو بھی خاصی خاموش خاموش سی تھیں۔

''نانو یہ کچھ ڈاکومنٹس پر ماہ نور کے سائن کروانے تھے۔ میں نے سوچا کہ کل پھر آفس سے چھٹی کرکے یہ کام نمٹا ہی دوں.....'' حماد نے دانستہ ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ اس کی بات پر ماہ نور نے شکایتی سی ایک نگاہ نانو پر ڈالی ضرور لیکن وہ خاموش رہی۔ وہ اب سر جھکائے سامنے والے صوفے پر بیٹھی تھی۔

''جزاک اللہ، اور تم کیسے ہو بچے؟ بہت عرصے کے بعد چکر لگایا۔'' نانو اب مکمل طور پر حارث کی طرف متوجہ تھیں۔ جو اس وقت انتہائی مضطرب انداز میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ دھواں بن کے فضا میں تحلیل ہوجائے۔ ماہ نور کی سوگواریت اور اس کا حلیہ اسے اذیت دے رہا تھا۔

''بس نانو، ماہ نور کی شادی کے بعد آپ فوراً امریکا چلی گئیں۔ اس کے بعد اب آئی ہیں تو ملاقات

ہو رہی ہے۔'' اس نے بردباری سے جواب دیا تو وہ سر ہلا کر ملازمہ کو چائے کی ہدایت کرنے لگیں۔

''نانو، آپ حماد بے چارے کو بتا کیوں نہیں دیتیں کہ یہ سارے ڈاکومنٹس دوبارہ تیار کروانے ہوں گے.....'' کمرے کی خاموشی کو ماہ نور کی مضطرب آواز نے توڑا تھا۔ اس کی آنکھوں اور لہجے میں ملخی ہی تلخی تھی۔ اس کی بات پر نانو کے چہرے کا رنگ تیزی سے اڑا تھا جبکہ حارث اور حماد نے انتہائی تعجب اور بے یقینی سے ماہ نور کے طنزیہ انداز کو دیکھا، وہ کبھی اس اسٹائل میں بات کرنے کی عادی نہیں تھی۔

''کیا ہوا نانو.....؟'' حماد نے سخت حیرت سے ان کے چہرے پر پھیلا ہوا پھیکا پن دیکھا تھا۔ وہ دانستہ خاموش رہی تھیں۔ حماد اور حارث دونوں کو ہی بے چینی ہوئی تھی۔ نانو کا ہمیشہ انہوں نے دبنگ سا انداز ہی دیکھا تھا لیکن وہ اس وقت کسی ہارے ہوئے لشکر کا حصہ لگ رہی تھیں۔

''نانو کو سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ کیسے بتائیں کہ ان کے چہیتے داماد کو جب پتا چلا کہ یہ لوگ تو آسانی سے بنگلا اپنی بیٹی کے نام کرنے کو تیار ہو گئے ہیں تو اسے اپنی غلطی کا شدید احساس ہوا۔ اب موصوف نے مطالبہ کیا ہے کہ بنگلا ماہ نور کے نہیں ان کے اپنے نام پر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ موصوف نے ان کی بیٹی کے ساتھ شادی کر کے ان کی سات پشتوں پر احسان جو کیا ہے۔'' ماہ نور بولی نہیں پھنکاری تھی۔ کمرے میں ایک دم ہی ایک بوجھل سا سناٹا پھیل گیا۔ حماد نے سخت بے یقینی سے پہلے ماہ نور اور اس کے بعد پھر نانو کا خاموش، خفت زدہ چہرہ دیکھا تھا۔ ان دونوں کی خاموشی معاملے کی سنگینی کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

''نانو، اس بندے کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا؟ بنگلا اس کے نام کس خوشی میں کیا جائے، وہ اپنے حواسوں میں ہے کہ نہیں؟'' حماد اس مطالبے پر بری طرح مشتعل ہوا تھا۔

''حماد دماغ اس کا نہیں، میرا خراب ہے۔ بقول نانو میرے اندر ہی گھر بسانے کی اہلیت نہیں۔'' اس نے سخت شکایتی نظروں سے نانو کی طرف دیکھا تھا۔

''حماد تم نے ماہ نور کا انداز گفتگو دیکھا ہے، میں نے بھلا اس طرح سے اس کی تربیت کی تھی۔ ایک تو اس کی پریشانی میں امریکا سے بھاگی چلی آئی ہوں..... آگے سے صاحبزادی کے مزاج ہی نہیں مل رہے وہ تو چلو خیر پرائی اولاد ہے اس سے کیا گلہ لیکن یہ صاحبزادی ہی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دے رہیں۔'' نانو کی بات پر انہیں اندازہ ہوا کہ دونوں کے تعلقات خاصے کشیدہ تھے۔ ماہ نور ان سے حد درجہ بدگمان تھی تو نانو کو بھی اس سے بہت سے گلے تھے۔

''وہ اگر مجھے گھر سے نہ نکالتا اور ملیحہ کے میاں آپ سے صاف صاف یہ نہ کہتے کہ ہم لوگ جوان لڑکی کی ذمے داری نہیں اٹھا سکتے تو آپ نے بالکل بھی پاکستان نہیں آنا تھا۔ آپ تو مجھے ان لالچی اور خودغرض لوگوں کے ہاتھ تھما کر ایسے بھاگیں جیسے میں آپ کی سگی اولاد کی اولاد نہیں بلکہ لے پالک تھی۔ میری ماما زندہ ہوتیں تو میں دیکھتی کہ وہ کیسے مجھے چھوڑ کر جاتیں۔'' ماہ نور ان سے سخت ناراض تھی۔ اس ناراضی میں بدگمانی کا عنصر غالب تھا۔

''لو دیکھو بھلا، ساری زندگی کلیجے سے لگا کر رکھا۔ پڑھایا لکھایا، بہو اور بیٹے کی خفگی سہی اور ایک کال پر اتنا لمبا سفر کر کے بھاگی آئی ہوں تب بھی اسے بوڑھی نانی کی محبت اور خلوص پر شک ہے۔'' نانو کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ اس جذباتی ماحول کو دیکھ کر وہ دونوں ہی بوکھلا گئے تھے۔ ایسی صورت حال کا تو انہیں بالکل بھی اندازہ نہیں تھا۔

''کیا ہو گیا ہے ماہ نور تمہیں.....؟ کیوں ایسی بچکانہ باتیں کر رہی ہو.....'' حماد کا زور بس اسی پر چل سکتا تھا اس لیے اس نے پہلے اسی کی کلاس لی۔

''حماد تم مجھ سے پوچھ رہے ہو کہ مجھے کیا ہوا

ہے؟ تم خود بتاؤ کہ اس شادی نے مجھے تماشا نہیں بنا دیا۔ ایک لمحے کو سکون حاصل نہیں۔ ان لالچی لوگوں کی نیت بھرنے کا نام نہیں لے رہی۔ میری ساری جیولری سیل کر کے موصوف گاڑی لے چکے ہیں۔ سارا بینک بیلنس زیرو کر دیا ہے۔ پورے گھر کی ذمے داری مجھ پر ڈال دی ہے۔ چلو یہ سب بھی ٹھیک سہی لیکن مجھے دن رات ذہنی ٹینشن تو نہ دیں۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بے تحاشا اذیت بھرے انداز سے کہہ رہی تھی۔

''میرے لیے تو ڈوب مرجانے کا مقام ہے۔ میری گھریلو شادی شدہ زندگی کو لوگ آفس میں ہنس ہنس کر ڈسکس کرتے ہیں۔ راشد صاحب نے بھری میٹنگ میں سب کے سامنے کہہ دیا اور اس پر ہی اکتفا نہیں کیا پھر مجھے آفس میں بلا کر پوچھا کہ آپ کے میاں چھوٹی چھوٹی باتوں پر آفس میں کیوں فون کرتے ہیں۔ جس دن اس بندے نے دھکے مار مار کر مجھے گھر سے نکالا۔ آس پاس کوٹھیوں کے چوکیداروں نے مفت میں یہ تماشا دیکھا۔ اس کے بعد ملیحہ اور اس کے میاں مجھے لینے آئے تو ملیحہ کے میاں اور سسرال والوں نے کرید کرید کر مجھ سے پوچھا کہ کیا واقعی بنگلے کی ملکیت کی وجہ سے انہوں نے مجھے گھر سے نکالا ہے یا اندرون خانہ کوئی اور بات ہے۔'' اس کے لہجے میں چھپی شرمندگی، کوفت اور رنجیدگی اب ڈھکی چھپی نہیں تھی۔ اس کمرے کے سب ہی مکینوں نے ایک دوسرے سے نظریں چرائی تھیں۔

''میرے اعصاب پر سوار ہو کر ان لوگوں نے میری ساری صلاحیتوں کو زنگ لگا دیا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ میں اب ذہنی کام کر ہی نہیں سکتی۔ ہر روز ایک نیا ڈراما تیار ہوتا ہے۔ مجھے خود سمجھ نہیں آتی کہ میں کیا کروں؟'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا تھا۔

''نانو، آپ ان لوگوں سے صاف، صاف بات کریں کہ گھر صرف ماہ نور کے نام ہی ہوگا۔ آپ ان کے بیٹے کے نام ہرگز نہیں کریں گی۔ پھر دیکھیں کہ وہ لوگ کیا کہتے ہیں اس کے بعد کوئی نیا لائحہ عمل تیار کرتے ہیں۔'' حماد نے انتہائی سنجیدگی سے دو ٹوک انداز میں کہا۔

''میرا تو خیال تھا بیٹا یہ گھر ان دونوں کی چیز ہے جس کے نام سے ہو کوئی فرق نہیں پڑتا، خواہ مخواہ اس بندے کو ضد دلانے کا کیا فائدہ.....؟'' نانو کے انداز گفتگو میں مصالحت کا عنصر نمایاں تھا۔ ان کی بات پر ماہ نور نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر سخت شکایتی نظروں سے انہیں دیکھا۔

''آپ کی اسی مصالحت پسندی کو وہ لوگ بزدلی سے تشبیہہ دے کر مذاق اڑاتے ہیں آپ کا۔'' وہ جھٹکے سے کھڑی ہوئی اور انگلی اٹھا کر بولی۔ ''لیکن یاد رکھیں نانو کہ کروڑوں کا بنگلا اپنے نام لگوا کر جب پھر کسی اور چیز کے لیے انہوں نے مجھے گھر سے نکالا تو خدا کی قسم میں کسی دارالامان میں چلی جاؤں گی لیکن مر کر بھی اپنی بے عزتی کروانے ان لالچی لوگوں کے گھر نہیں جاؤں گی۔'' اپنی بات مکمل کر کے وہ کسی تیر کی طرح کمرے سے نکلی تھی۔ اس کے کمرے سے جاتے ہی نانو بے بس انداز سے مسکرائیں۔

''بیٹا یہ تو بے وقوف اور نادان ہے، سمجھتی ہے کہ مجھے اس کی پریشانی کا اندازہ نہیں..... حالانکہ مجھے اس کے حالات کا بخوبی پتا ہے، یقین کرو، سوچ کر ہی دل پھٹتا ہے۔ میں نے تو اسے ہتھیلی کا چھالا بنا کر پالا تھا لیکن قسمت سے کون لڑ سکتا ہے۔ اسے معلوم نہیں کہ اس کی بوڑھی نانی میں اب سکت نہیں۔ اس امید پر کہ کبھی نہ کبھی تو حالات بدلیں گے اسے سمجھوتا کرنے پر مجبور کرتی ہوں، اس کے علاوہ چارہ بھی تو کوئی نہیں۔ اس کو گلہ ہے کہ میں پاکستان میں کیوں نہیں رہتی تو بیٹا میں شوگر اور دل کی مریضہ ہوں اکیلے اتنے بڑے گھر میں کیسے رہوں؟'' نانو کی اپنی مجبوریوں کی فہرست خاصی طویل تھی۔

''لیکن نانو! اس طرح اووری ایکٹ کرنے والی لڑکی ہرگز نہیں تھی۔ کوئی نہ کوئی ایسی بات تو ہے ناں جس نے اتنی صابر، سمجھدار اور اچھی لڑکی کو اس طرح سے بولنے پر مجبور کر دیا۔'' حماد کو اس کی باتوں سے سخت دکھ پہنچا تھا اس لیے خود کو اس کے دفاع میں بولنے سے روک نہیں سکا تھا۔

''پھر بیٹا، آپ بتا دو کہ میں کیا کروں.....؟'' نانو کی بے بسی بھی عروج پر تھی۔

''آپ بس انتہائی سمجھداری اور تحمل کے ساتھ اس معاملے کو نبٹائیں، اس بات کو ذہن سے نکال دیں کہ ماہ نور کا گھر خراب نہ ہو جائے کیونکہ جو چیز انسان کی قسمت میں لکھی ہو وہ ہو کر رہتی ہے۔ ابھی فوراً گھر اس شخص کے نام کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف تیل دیکھیں اور اس کی دھار دیکھیں۔ اپنے رویے میں ان کو کوئی لچک نہ دکھائیں وہ آپ لوگوں کو خواتین سمجھ کر ہراساں کر رہا ہے۔ آپ کے دوٹوک انداز پر اگر عقلمند ہوئے تو سمجھ جائیں گے۔'' حماد نے خلوصِ دل سے انہیں مشورہ دیا تھا۔ حارث بس خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ اسے پہلی دفعہ ان خواتین کی بے بسی کا اندازہ ہوا تھا۔

''اور اگر وہ لوگ طیش میں آ گئے تو.....؟'' نانو کو سو طرح کے اندیشے لاحق تھے۔

''لیو اٹ نانو، کیا ہو گا زیادہ سے زیادہ یہ تعلق ختم کر دیں گے ناں، تو کر دیں۔'' حماد کے صاف گو انداز پر نانو دہل سی ہو گئیں۔

''استغفراللہ بیٹا، کیسی باتیں کرتے ہو، کیا بنے گا پھر اس بچی کا.....؟''

''پہلے تو آپ اس بات کو ذہن سے نکال دیں کہ وہ کوئی بچی ہے۔ وہ ماشاءاللہ پڑھی لکھی، سمجھدار اور ذہین لڑکی ہے۔ اپنے پیروں پر کھڑی ہے۔ اسے ایسے لولے لنگڑے تعلق کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ ویسے بھی اس گھر میں خوش نہیں۔ آپ بھی اس حقیقت کو تسلیم کر لیں اور یہ تلخ حقیقت بھی مان لیں کہ ابھی تو بنگلا آپ کے نام پر تھا جو آپ ماہ نور کے نام کروا رہی ہیں کل کو کوئی اور ڈیمانڈ کریں گے تو کیا آپ پوری کر دیں گی، پھر کیا کریں گی؟ اس لیے بہتر یہی ہے کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے۔'' حماد اس قدر تلخ انداز کے ساتھ بھی بات کر سکتا ہے اس بات کا اندازہ حارث کو ابھی ابھی ہوا تھا۔

''پھر کیا بنے گا ماہ نور کا.....؟'' نانو کے چہرے پر کچھ ایسا تھا جو حارث اور حماد دونوں کو ہی ان پر رحم آیا تھا۔

''اگر خدانخواستہ کچھ ہوتا ہے تو میں آج آپ کو لکھ کر دینے کو تیار ہوں کہ ماہ نور آپ کی نہیں میری ذمے داری ہو گی.....'' وہ سو فیصد بھرپور اعتماد کے ساتھ مزید کہہ رہا تھا۔ ''مجھے ماہ نور اپنی بہنوں کی طرح عزیز ہے، میرا چھوٹا بھائی میڈیکل کے آخری سال میں ہے وہ شاید ماہ نور سے ایک آدھ سال عمر میں چھوٹا ہو.....لیکن ہمیں کوئی اعتراض نہیں اگر وہ لوگ صرف اس ناجائز مطالبے کی بنا پر ماہ نور کو چھوڑتے ہیں تو جس دن ماہ نور کی عدت ختم ہو گی اس سے اگلے دن ہم لوگ اسے لے جائیں گے۔ اب بتائیں آپ کو منظور ہے؟'' حماد کے دل کی سچائی اس کے چہرے اور لہجے سے صاف جھلک رہی تھی۔ اس کی بات پر حارث کچھ بے چین ہوا۔ اس نے بلا ارادہ پہلو بدل کر نانو کا ہکا بکا چہرہ دیکھا تھا۔ جس پر اطمینان کے رنگ آہستہ آہستہ واپس آ رہے تھے۔

واپسی کے سفر میں وہ دونوں بالکل خاموش تھے۔ حماد کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ حارث کے دل میں کوئی دکھ انگڑائیاں لے کر بیدار ہو رہا تھا۔ اس نے خلوصِ دل سے اس لڑکی کے لیے دعا کی تھی کہ اللہ اس کے لیے وہ کرے جو اس کے حق میں بہتر ہو۔

☆☆☆

www.dr.Hamid-schwabe.com.pk
NET.COM

وہ پورا ایک ہفتہ آفس نہیں آئی تھی اور اس دفعہ خلاف توقع راشد صاحب نے خود اسے چھٹی دی تھی۔ اس نے اپنا سارا کام گھر بیٹھ کر ہی نمٹایا تھا۔ حماد ہی سے پتا چلا تھا کہ نانو کے انکار پر اس کا میاں خاصا چراغ پا ہوا تھا۔ اس نے ماہ نور کو گھر لے کر جانے سے صاف انکار کر دیا تھا اور خود واپس کراچی چلا گیا تھا۔ ماہ نور اب پچھلے دو ماہ سے اپنی نانو کے پاس ہی تھی۔ اس نے ملیحہ کے کیبن میں بھی آنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کی وجہ بھی ایک دن حارث کو اچانک ہی پتا چلی تھی جب حرا کے استفسار پر ملیحہ نے خفت زدہ لہجے میں بتایا تھا۔

''یار میں کیا کروں، مجھے ماہ نور سے سخت شرمندگی ہے۔ اس بے چاری کو میری نندوں اور ساس نے بھگو بھگو کر باتیں سنائی تھیں۔ ایک تو وہ پہلے ہی سخت پریشانی کا شکار تھی، اوپر سے میری ساس اٹھتے بیٹھتے کہہ رہی تھیں کہ گھر بسانے کے لیے عورت کو اپنا دل مارنا پڑتا ہے تب جا کر گھر بستے ہیں لیکن آج کل کی نوجوان نسل میں قوت برداشت ہی نہیں۔ اس نے دو دن میرے گھر عذاب کے کاٹے تھے۔''

''اوہ سوسیڈ یار، اس میں تمہارا تو کوئی قصور نہیں..... تم نے تو ان سے نہیں کہا ناں۔'' حرا نے اسے تسلی دی۔

''ہاں یار، میں نے تو نہیں کہا تھا لیکن انہوں نے اس پر اکتفا نہیں کیا۔ ہمارے گھر کے ایک چھوٹے سے مسئلے پر فوراً ماہ نور کو فون کھڑکا کے خوب سنائی کہ تم اپنا گھر خراب کر رہی ہو اب الٹا ان کی بہو کو بھی پٹیاں پڑھا کر گمراہ کر رہی ہو حالانکہ اس بے چاری کے فرشتوں کو بھی ہمارے گھر کے مسئلے کا علم نہیں۔ اس نے تو مجھ سے ذکر تک نہیں کیا لیکن میری نند نے ہی ایک دن اپنی اماں کا یہ کارنامہ فخریہ انداز سے سنایا تو میرے تو پیروں سے جان نکل گئی پھر مجھے پتا چلا کہ اس نے مجھ سے بات چیت کم کیوں کر دی ہے۔'' ملیحہ نے انتہائی افسردگی سے بتایا تو حرا کو بھی دھچکا سا لگا۔

''یار تمہاری ساس پاگل تو نہیں؟''

''پتا نہیں یار لیکن ہم سب کو پاگل بہت اچھی طرح سے بنا جاتی ہیں۔'' ملیحہ تلخی سے ہنسی تو حارث نے تاسف بھری نظروں سے سامنے کیبن میں اپنے کمپیوٹر پر مصروف ماہ نور کو دیکھا۔

''کیا بنا ماہ نور کے مسئلے کا۔ اس کی نانو کو بھی لگتا ہے اپنا بنگلا اپنی نواسی سے زیادہ عزیز ہے۔'' حرا کی بات پر حارث کو سخت افسوس ہوا۔ واقعی اس کی گھریلو زندگی کو لوگ خوب ڈسکس کر رہے تھے۔

''نہیں یار، وہ ایسی خاتون نہیں ہیں۔ بہت نفیس طبیعت کی حامل سمجھدار خاتون ہیں۔ ماہ نور کے میاں کی ضد کے آگے انہوں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں اور کہا ہے کہ بنگلا اس کے نام کر دیں گی۔ اب کراچی سے آ رہا ہے وہ کمینہ انسان۔'' ملیحہ کی بات پر وہ چونکا۔ اس کا سارا دھیان بٹ گیا تھا۔ اس سے اپنے آرٹیکل کا ایک لفظ بھی نہیں لکھا جا رہا تھا۔ اگلے ہفتے کا تب تقدیر نے کچھ اور ہی اس کی زندگی میں رقم کر رکھا تھا۔ اس کا اندازہ اسے اس دن آفس آنے کے بعد ہوا۔

پورے آفس میں ایک شور برپا تھا۔ سب لوگ کام چھوڑے ایک جگہ اکٹھے تھے۔ ایک دن پہلے کراچی سے اسلام آباد آنے والا بھوجا ائر لائن کا طیارہ خراب موسم کی وجہ سے لینڈنگ سے کچھ منٹ پہلے ایک رہائشی علاقے میں گر کر تباہ ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے سب لوگ اس حادثے کے متعلق اپنی اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔

''یار بے چاری ماہ نور، اس کی نانو کا تو بہت ہی برا حال ہے۔ وہ لوگ ان کے گھر گئیں تو گھر والوں نے اندر ہی آنے نہیں دیا۔ اس کی ساس جاہلوں کی طرح بین کر رہی تھیں کہ ماہ نور کی نحوست کی وجہ سے یہ

حادثہ ہوا ہے۔'' حرا بلند آواز میں سب کو بتا رہی تھی۔

''اچھا ہوا ماہ نور کی اس لالچی خاندان سے جان چھوٹ گئی۔'' مائرہ تپ کر بولی تھی وہ بری طرح بھڑکا تھا۔ اس معاملے کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔

''کیا ہوا اعظم صاحب؟'' حارث نے دھڑکتے دل سے سرکولیشن کے اعظم سے پوچھا جو بالکل خاموش کھڑا تھا۔

''کچھ نہیں، کل کے جہاز والے حادثے میں مس ماہ نور کے شوہر بھی وفات پا گئے وہ بھی کراچی سے آ رہے تھے۔ ان کی ڈیڈ باڈی مل گئی ہے۔ ہم سب لوگ افسوس کے لیے ان کے گھر جانا چاہ رہے تھے لیکن راشد صاحب نے منع کر دیا۔ وہ اور حماد ادھر ہی گئے ہوئے ہیں۔'' اعظم کی بات پر حارث کو ایک لمحے کو آفس کی چھت اپنے اوپر گرتی ہوئی محسوس ہوئی۔ وہ تقدیر کے اس وار پر ہکا بکا رہ گیا تھا اس کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔

''راشد صاحب نے ان کے گھر جانے سے منع کیوں کر دیا؟'' وہ بہ مشکل بولا تھا۔

''وہ کہہ رہے تھے کہ ان کی نانو کی طبیعت خراب ہے اور وہ اسپتال میں ہیں اور مس ماہ نور عدت میں ہیں۔ اس لیے خواتین میں سے کسی نے جانا ہے تو وہ جائیں۔'' اعظم نے بہت سلجھے ہوئے انداز میں اسے بتایا۔ ''کیا ہوا سر آپ کو علم نہیں تھا کیا؟'' اعظم شاید اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھ کر چونکا تھا۔

''نہیں، اصل میں کل میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ سیل فون کل شام پانچ بجے سے بند ہے صبح آن کیا تو چارجنگ ختم تھی۔ اس لیے یہی سوچا تھا کہ آفس جا کر چارج کرتا ہوں۔'' اس نے فوراً وضاحت کی۔ اسے یقین تھا کہ کل حماد نے اس سے رابطہ کرنے کی لازمی کوشش کی ہوگی۔

''آج صبح سے راشد صاحب اور حماد صاحب اسپتال گئے ہوئے ہیں۔ مس ماہ نور کی نانو کو ہلکا سا انجائنا اٹیک ہوا ہے۔ اب ہم لوگ بھی سوچ رہے تھے کہ اسپتال چلے جائیں اور خواتین ان کے گھر۔'' اعظم نے یونہی اس کی معلومات میں اضافہ کیا تھا۔ وہ ہلکا سا سر ہلا کر اپنی سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا دماغ بالکل خالی تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ سیل فون چارجنگ پر لگا کر اس نے بلا ارادہ ماہ نور کا نمبر ڈائل کیا تو وہ بند جا رہا تھا۔ وہ کچھ دیر تو بیٹھا سوچتا رہا۔ آفس کے کچھ لوگ اسپتال اور خواتین ان کے گھر کو روانہ ہو چکی تھیں۔ اس نے پھر حماد کا نمبر ملایا جو پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لیا گیا تھا۔

''کہاں چلے گئے تھے یار تم، کل سے ... ایک سو ایک دفعہ تمہارا نمبر ملا چکا ہوں۔'' آگے سے تھکا تھکا سا حماد بول رہا تھا۔

''سوری یار، نمبر بند تھا۔ تم بتاؤ کہ نانو کی طبیعت کیسی ہے؟'' اس نے بے تابی سے دریافت کیا۔

''اب تو کچھ بہتر ہے، کل شام سات بجے ماہ نور کی بوکھلائی ہوئی کال آئی تو میں فوراً پہنچا۔ میں ہی ان دونوں کو اس ... سسرال ... لے کر پہنچا تھا۔ وہاں تو کہرام برپا تھا۔ اس کی ساس ماہ نور کو دیکھ کر آپے سے باہر ہو گئیں اور ان لوگوں کو گھر کے صحن سے ہی واپس بھیج دیا۔ گھر پہنچتے ہی نانو کی طبیعت خراب ہو گئی تب سے اسپتال میں ہیں۔'' حماد نے تفصیل سے بتایا۔

''اور ماہ نور کے پاس کون ہے؟'' اس نے کچھ جھجکتے ہوئے پوچھا تھا۔

''ماہ نور کے پاس میری امی اور بہنیں ہیں۔ وہ بے چاری بالکل خاموش ہے، کل سے ایک لفظ نہیں بولی۔ سخت صدمے سے گزر رہی ہے۔'' حماد نے تاسف بھرے انداز میں بتایا۔ حارث کو اس کے احساسات کا بہ خوبی اندازہ تھا۔

شام کو وہ اسپتال گیا تو نانو کی حالت کچھ بہتر تھی

لیکن وہ حد درجہ مضطرب اور بے چین تھیں۔ رنجیدگی اور دکھ ان کے انگ انگ سے عیاں ہو رہا تھا۔ وہ بار بار حماد سے ماہ نور کی طبیعت کا پوچھ رہی تھیں۔ اسپتال میں بھی انہیں اسی کی ٹینشن تھی۔ حماد انہیں نرم الفاظ میں تسلی دے رہا تھا۔

''ماہ نور کے ماموں کو اس حادثے کی اطلاع دے دی کہ نہیں؟'' نانو کو غنودگی میں جاتا دیکھا کر حارث نے آہستگی سے پوچھا تھا۔

''ہاں بتا دیا تھا لیکن ان کو فوری طور پر فلائٹ نہیں مل رہی پھر اس کی ممانی کا رویہ بھی عجیب سا تھا وہ اپنی ساس کی طبیعت پوچھنے کے بجائے مجھ سے طنزیہ انداز میں دریافت کر رہی تھیں کہ میں کون ہوں اور امریکا کال کرنا ضروری تھی کیا! مجھے تو ان خاتون کی ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔'' حماد کے چہرے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اسے ماہ نور کی ممانی کی بے حسی نے کتنا دکھ پہنچایا ہے۔ وہ دونوں باتیں کرتے کرتے باہر کاریڈور میں رکھی بینچ پر آ کر بیٹھ گئے تھے۔

''حماد تم بہت اچھے دوست ہی نہیں بے غرض اور اچھے انسان بھی ہو۔ میں نے تم جیسے لوگ بہت کم دیکھے ہیں۔'' حارث کی اچانک کی جانے والی بات نے حماد کو حقیقتاً ہکا بکا کر دیا تھا۔

''یا اللہ خیر..... کل رات سے ایک بھی لمحے کو میں نہیں سویا ایسی بہکی بہکی باتیں میں کروں تو سمجھ میں آتی ہیں لیکن یہ تمہیں بیٹھے بٹھائے کیا ہوا ہے؟'' حماد نے تعجب بھرے انداز میں جھک کر ہلکے پھلکے لہجے میں اس سے پوچھا تھا۔

''یار تم جس خلوص نیت سے نانو اور ماہ نور کا خیال رکھ رہے ہو۔ ایسی بے غرض خدمت اور احساس کا جذبہ میں نے پہلی دفعہ کسی میں دیکھا ہے۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔ حماد اس کی بات پر کھل کر ہنسا تھا۔

''یار میں بندہ بشر ہوں مجھے پلیز فرشتوں کی نظر سے مت دیکھو۔ جہاں تک بات ماہ نور کی ہے تو اصل میں ہم دونوں کا پانچ سالہ ساتھ ہے۔ ہم دونوں کی جوائننگ بھی آفس میں ایک ہی دن کی ہے پھر وہ سادہ مزاج کی حامل بہت شریف اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ پہلے ہی دن سے ہم دونوں کی آپس میں اچھی انڈر اسٹینڈنگ ہو گئی تھی۔ دن رات ان کے گھر آنا جانا تھا اوپر سے نانو بھی مجھ پر بہت اعتماد کرتی تھیں اس لیے مجھے ان کے گھر میں ایک فرد کی سی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔'' وہ سادہ سے لہجے میں بتا رہا تھا۔ ''اس کے حوالے سے میں یہ سب کچھ جو ان کے ساتھ کر رہا ہوں، ان کا حق ہے پھر میری سسٹر کی شادی پر ماہ نور نے ہر طرح میرا ساتھ دیا تھا۔ کچھ معاشی مسائل تھے اس حوالے سے بھی اس نے مکمل سپورٹ کی تھی۔ میرے اوپر بھی ان کے بہت احسانات ہیں۔'' وہ بات کرتے کرتے لمحے بھر کو سانس لینے کو رکا۔

''دوسری بات یہ ہے مجھے حقیقت میں ان دونوں خواتین سے انسیت سی ہو گئی ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ ماہ نور کی شادی کے سلسلے میں مجھ سے غلطی ہوئی جس کی وجہ سے میں بہت زیادہ گلٹی محسوس کرتا ہوں۔ نانو نے اس کے میاں صاحب کی پوچھ پڑتال کی ذمے داری مجھ پر ڈالی تھی۔ وہ چونکہ کراچی میں تھا اس لیے میں نے ایک دوست کے ذمے یہ کام لگا دیا۔ اس نے لگتا ہے کہ سرسری طور پر ہی پوچھ کر مجھے اوکے کی رپورٹ دے دی اور یوں نانو بالکل مطمئن ہو گئیں۔ مجھے تو فوراً آفس کے کسی کام سے بعد میں کراچی جانا ہوا تو موصوف کے ایک کولیگ سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ اس نے تو میری آنکھیں کھول دیں۔'' حماد کی بات پر وہ بری طرح چونکا تھا۔

''کیوں، اس نے کیا کہا؟.....''

''اس نے تو بہت مایوس کن باتیں بتائیں کہ وہ حد درجہ لالچی، خود غرض اور کمال درجے کا جھوٹا انسان ہے۔ اس نے آدھے آفس کے لوگوں سے قرضہ لے رکھا ہے۔ انتہائی جھگڑالو طبیعت کا حامل ہے۔ میں نے اس وقت نانو کو بتایا تھا لیکن انہوں نے مجھے ماہ نور کو بتانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ شادی ہو چکی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس کی دل آزاری ہو گی۔'' حماد نے اس پر انکشاف ہی تو کیا تھا۔

''حیرت ہے کہ تم نے مجھے بھی نہیں بتایا؟'' حارث بھی جی بھر کر حیران ہوا تھا۔

''یار کیا بتاتا اور پھر اس بے چاری کا بھرم توڑ کر مجھے کیا ملتا، اسے تو خود شادی کے ایک ہفتے بعد ہی پتا چل گیا تھا پھر بھی اس نے چھ ماہ ان کے گھر میں گزار دیے، یہ بھی اس کا ہی حوصلہ ہے.....'' حماد نے ایک اور انکشاف کیا تھا۔

''پھر تو یہ حادثہ تو اس کے حق میں اچھا ہی ہوا۔'' حارث کے منہ سے ایک دم ہی نکلا تھا۔

''یار ہمیں یہ کہنا زیب تو نہیں دیتا۔ اس حادثے میں اتنی انسانی جانیں ضائع ہوئی ہیں اللہ اس شخص کی بھی مغفرت کرے لیکن ماہ نور کے حوالے سے جس نے بھی یہ سنا یہی کہا کہ یہ اس کے حق میں اچھا ہوا۔ بس اللہ معاف کرے انسان کہ اعمال ایسے نہیں ہونے چاہیے کہ لوگ اس کی موت پر ایسے جملے ادا کریں۔'' حماد نے قدرے نرم اور دھیمے انداز میں کہہ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ زبردستی مسکرا دیا۔

اس رات اس نے حماد کو زبردستی گھر بھیج دیا تھا اور وہ ان کے پاس اسپتال میں ٹھہر گیا تھا۔ اگلا پورا ایک ہفتہ دونوں نے پوری ذمے داری سے یہ ڈیوٹی نبھائی تھی۔ جس دن نانو گھر شفٹ ہوئیں اسی دن ماہ نور کے ماموں امریکا سے آ گئے تھے۔ وہ آئے تو پورے پندرہ دن کے لیے تھے لیکن اپنی بیوی کی پے در پے آنے والی فون کالز کی وجہ سے مجبوراً دس دن میں ہی واپس چلے گئے لیکن جانے سے پہلے انہوں نے حارث اور حماد کا خصوصی شکریہ ادا کیا تھا۔ وہ اچھے خاصے شریف انسان تھے۔ اپنے قیام کے دوران انہوں نے یہ بنگلا بھی اپنی نگرانی میں ماہ نور کے نام کر دیا تھا۔ جس کی اطلاع امریکا پہنچتے ہی ان کی بیگم کی برداشت کا پیمانہ چھلک گیا تھا جس کی وجہ سے ماموں جان کو عجلت میں واپس جانا پڑا۔

ماہ نور نے اپنا استعفیٰ آفس بھجوا دیا تھا جو راشد صاحب نے فوراً ہی پھاڑ کر ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا تھا۔ اگلے ہی دن وہ نانو کے پاس پہنچ گئے۔ ماہ نور کی طبیعت اچھی طرح صاف کرنے کے بعد اسے دورانِ عدت آفس آنے سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ آسان سی اسائنمنٹس اس کے سپرد کر دی تھیں جو وہ گھر

دنیا بھر میں
جاسوسی ڈائجسٹ پبلی کیشنز کی مطبوعات
سسپنس ڈائجسٹ | جاسوسی ڈائجسٹ | پاکیزہ ڈائجسٹ | سرگزشت
منگوانے کیلئے ہمارے مقرر کردہ ایکسپورٹرز
ویلکم ٹریڈرز
سے رابطہ کریں
WELCOME TRADERS
189-E, Block-2,P.E.C.H.S, Karachi, Pakistan
Tel: (92-21) 34545513, 34520214.
Fax(92-21) 3454885.
Cell # 0333-4315950
Email: zaidi@welcome.com.pk
Website: www.welcome.com.pk

بیٹھ کر آرام سے کرسکتی تھی۔ ان کی اس بات سے سارے آفس کے لوگوں کی نظروں میں ان کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ سب ہی نے ان کے اس اقدام کو سراہا تھا۔ حارث کئی دفعہ نانو سے ملنے گیا تھا لیکن ماہ نور سے اس کی ملاقات نہیں ہو پائی تھی۔ اب تو نانو کے ساتھ اس کی کافی بے تکلفی ہوگئی تھی، وہ حماد کے بغیر بھی اُن سے ملنے چلا جاتا۔ وہ اس کی آمد پر کھل سی جاتی تھیں۔ انہیں ایک اچھا سامع میسر آگیا تھا۔ جسے وہ تفصیل کے ساتھ اپنے ماضی کے قصے مزے لے لے کر سناتی تھیں۔

چار مہینے دیکھتے ہی دیکھتے گزر گئے تھے۔

☆☆☆

اس دن اچانک ہی ماہ نور کی اس کے نمبر پر کال آگئی تھی۔ وہ سخت تعجب کا شکار ہوا جبکہ دوسری جانب وہ اس کی شدید حیرت سے بے [illegible]

''حارث آپ پچھلے چار دن سے گھر نہیں آئے، نانو بہت اپ سیٹ ہورہی ہیں۔ آج بھی اصرار کرکے مجھے کہا ہے کہ میں آپ کو کال کروں اور مجھے بھی آپ سے کچھ کام ہے۔''

''جی ضرور کہیے۔'' وہ ہمہ تن گوش ہوا۔

''اصل میں ایک دو آرٹیکل آپ کو میل کررہی ہوں، کوئی کمی بیشی ہو تو اسے چیک کرلیجیے گا اور کل اپنی نگرانی میں ان کے پرنٹس نکلوا کر راشد صاحب کی میز پر رکھوا دیجیے گا۔'' وہ جتنی سنجیدگی سے کہہ رہی تھی اس سے زیادہ توجہ سے وہ اس کی بات سن رہا تھا۔

''جی ضرور، میں آرٹیکل دیکھ لوں گا، ڈونٹ وری..... باقی نانو سے کہہ دیجیے گا کہ مجھے پچھلے دو تین دن سے فلو ہو رہا تھا اور گلا بھی خراب تھا اس لیے نہیں آسکا۔'' اس نے بھی فوراً وضاحت دی۔ اس کی بات کے جواب میں وہ فوراً بولی۔

''یہ اطلاع اگر میں نے ان کو دے دی تو وہ فوراً ادرک والی چائے کا پورا تھرماس بنوا کر ڈرائیور کے ساتھ آپ کے گھر پہنچ جائیں [illegible]۔'' اس کا لہجہ تھوڑا نہیں بلکہ اچھا خاصا خوشگوار تھا جو حارث کی سماعتوں کو بھلا لگا ورنہ آفس کی کولیگز سے یہ یہی سننے کو مل رہا تھا کہ وہ بہت زیادہ قنوطیت کا شکار ہورہی ہے۔

''میرے لیے تو یہ بہت اعزاز کی بات ہوگی میڈم.....'' وہ ہلکا سا ہنسا تھا۔ اسے علم تھا کہ واقعی نانو نے یہ کرنا تھا۔ وہ اس سے کافی مانوس ہوگئی تھیں۔

''حماد کب دبئی سے واپس آرہا ہے.....؟'' [illegible] نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ کیے بغیر اچانک ہی بات کا رخ بدلا تھا۔ حماد پچھلے پندرہ دن سے آفس کے ہی ایک اسائنمٹ کے سلسلے میں دبئی گیا ہوا تھا۔

''وہ شاید منگل تک واپس آجائے کیوں۔ کوئی کام تھا کیا.....؟'' حارث نے جواب دے کر پوچھا۔ اتنے عرصے کے بعد اس کی آواز سننا اچھا لگ رہا تھا اس لیے وہ بات کو خود ہی طویل کرنا چاہ رہا تھا۔

''ہاں کام تو تھا، نانو نے میرے امریکا کے ویزے کے لیے اپلائی کیا تھا۔ اس سلسلے میں کوئی پیش رفت ہوئی کہ نہیں وہی پوچھنا تھا۔'' اس کا سادہ سا انداز اسے بری طرح چونکا گیا تھا۔

''آپ امریکا جارہی ہیں؟'' وہ عجلت بھرے انداز میں بولا۔ ایک عجیب سی بے چینی نے اس کا حصار کیا تھا۔

''جی.....! ارادہ تو یہی ہے۔ ماموں بھی بار بار بلا رہے ہیں اور پھر میں آفس بھی دوبارہ جوائن نہیں کرنا چاہتی، وہاں سب لوگ میرے ساتھ ہونے والے سانحے سے باخبر ہیں جبکہ میں اپنے ماضی کو بھلا کر نئے سرے سے اپنی زندگی کا آغاز کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ خاصے مثبت انداز میں اپنی زندگی کے بارے میں سوچ رہی تھی یہ بات حارث کو اچھی تو لگی تھی لیکن اس کی امریکا روانگی کی خبر نے اس کے اندر حشر سا برپا کردیا تھا۔

''نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنے کے

لیے ضروری ہے کہ آپ امریکا ہی جائیں.....؟'' اس نے صاف صاف الفاظ میں بات کرنے کی ٹھان لی تھی۔

''پھر کہاں جاؤں.....؟'' اس کی بات نے حارث کے دل کی دھڑکنوں میں ارتعاش برپا کردیا تھا۔

''آپ اس شہر میں بھی تو جاسکتی ہیں جہاں حقیقتاً سب لوگوں نے اپنی اپنی زندگی کو نئے سرے سے گزارنے کے لیے جدوجہد شروع کررکھی ہے۔''

''کہاں.....؟'' وہ بری طرح چونکی تھی۔

''مظفر آباد.....!'' حارث نے مکمل اعتماد کے ساتھ کہا تھا۔

''کیا..... مظفر آباد..... وہ کیسے؟'' دوسری جانب وہ سخت حیران ہوئی تھی۔ اس کی تعجب انگیز آواز نے حارث کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلا دی تھی۔

''جی مظفر آباد میں، جہاں لوگوں نے زلزلے میں اپنے بہت سے پیاروں کو کھویا اور اپنے گھر بار اپنی آنکھوں سے تباہ ہوتے دیکھے، وہاں کوئی بھی کسی کے ماضی کو نہیں کریدتا، یقین کریں آپ وہاں میرے ساتھ بہت خوش رہیں گی۔ میں بھی اپنا گھر وہیں دوبارہ آباد کرنا چاہتا ہوں۔'' اس کے لہجے کی سچائی وہ اتنی دور ہوتے ہوئے بھی محسوس کرسکتی تھی۔ وہ بالکل خاموش ہوگئی تھی۔

''آپ کیا اس بات کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں جو آپ نے ایک دفعہ پہلے میرا پروپوزل ریجکٹ کرکے کی تھی.....'' اس کی بات نے حارث کا دماغ بھک سے اُڑا دیا تھا۔

''آپ کو کس نے کہا کہ میں نے آپ کا پروپوزل ریجکٹ کیا تھا؟'' وہ بہ مشکل بولا تھا۔

''حماد نے جب آپ کے رشتے کی نانو سے بات کی تھی تو ساتھ میں تصاویر بھی دکھائی تھیں۔ اس لیے جب آپ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئے تو نانو کو آپ کا چہرہ جانا پہچانا سا لگا لیکن اس وقت حماد نے دانستہ نہیں بتایا کہ آپ ہی وہ ہیں، آپ سے بات کرنے کے بعد اس نے نانو کو ٹال دیا تھا کہ آپ شاید فی الحال شادی کرنے میں انٹرسٹڈ نہیں اس لیے نانو اس بات کو بھول بھال گئیں لیکن مجھے آپ کا چہرہ اچھی طرح یاد تھا اور کچھ حماد ہر وقت آپ کی باتیں کرتا رہتا تھا۔'' وہ بہت تفصیل کے ساتھ بتا رہی تھی۔ حارث کو سخت شرمندگی اور خفت کے مرحلے سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

''آئی ایم سوری، حماد نے آپ کا ذکر ضرور کیا تھا اور شاید کچھ تصاویر بھی بھیجی تھیں.....''

''وہ تصاویر جو آپ نے دیکھی ہی نہیں تھیں.....'' اس نے فوراً بات کاٹ کے کہا تو وہ زبردست طریقے سے چونکا۔

''آپ سے کس نے کہا کہ میں نے نہیں دیکھیں.....؟''

''اس لیے کہ جب آپ پہلی دفعہ ہمارے گھر آئے تو نہ ہی مجھے دیکھ کر چونکے اور نہ ہی آپ کے کسی انداز سے ایسا لگ رہا تھا کہ آپ مجھے یا نانو کو پہلے سے جانتے ہیں۔'' ماہ نور کے سو فیصد درست اندازے پر اسے شاک سا لگا تھا۔

''آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں کیونکہ میں نے واقعی وہ تصاویر نہیں دیکھی تھیں۔ کیونکہ مجھے اس وقت زندگی یا اپنے مستقبل کے حوالے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔'' وہ تھوڑا سا سنبھل کر بولا۔ ''لیکن مجھے بعد میں بے تحاشا افسوس ہوا تھا کیونکہ اگر میں واقعی حماد کی بات کو سنجیدگی سے لے کر ای میل چیک کرلیتا تو آپ کو کبھی مس نہ کرتا۔ آپ بالکل ویسی ہی تھیں جیسا کہ [illegible] اکتوبر والے حادثے سے پہلے میں اپنی لائف پارٹنر کے متعلق کبھی کچھ سوچتا تھا.....'' اس نے بھی گھما پھرا کر بتانے کے بجائے دوٹوک انداز میں کہا۔ وہ ایک لمحے کو چپ ہوئی حارث کو لگا کہ جیسے کال کٹ گئی ہو۔ اس سے پہلے وہ کچھ بولتا، اس کی

آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

''ہاں..... پھر تصاویر نہ دیکھنے کا سوگ آپ نے کئی ماہ تک منایا اور احتجاجاً شادی میں بھی شریک نہیں ہوئے.....'' وہ شاید دوسری جانب ہنسی تھی۔ اس کی بات پر حارث کا بے ساختہ قہقہہ فضا میں گونجا تھا۔

''پھر مجھے نانو سے آج ہی بات کر لینی چاہیے یا میں مزید کچھ دن انتظار کر لوں، ویسے بھی آپ کی عدت ختم ہو چکی ہے۔'' وہ تھوڑا سا شوخ ہوا۔

''جانے دیں حارث صاحب، آپ کسی اچھی سی لڑکی کو دیکھ کر اس کے ساتھ اپنا گھر بسائیں۔ مجھ پر تو ویسے ہی نحوست اور شادی شدہ ہونے کا ٹھپا لگ چکا ہے۔'' وہ تھوڑا سا تلخ ہوئی۔

''جہاں تک نحوست کا تعلق ہے تو میں الحمدللہ مسلمان ہوں ایسی فضولیات پر یقین نہیں رکھتا۔ جہاں تک شادی شدہ ہونے کا تعلق ہے تو مجھے اس سے بھی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے بھی اسلام میں بیوہ کے ساتھ نکاح کرنا ثواب کا کام ہے۔'' اپنی بات کے اختتام پر وہ تھوڑا سا ہنسا۔ ''ہاں جہاں تک اچھی لڑکی کا تعلق ہے تو آپ کے علاوہ میں کسی اور لڑکی کو جانتا نہیں، مجھے آپ ہی اچھی لگتی ہیں پھر حماد کہتا ہے کہ آپ دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہیں۔''

''حماد کا کیا ہے وہ تو بے وقوف سا ہے اسے کیا پتا، تبھی تو اچھے خاصے بھائی کا رشتہ ایک بیوہ کے لیے لانے کے چکروں میں ہے۔'' ماہ نور کے لہجے کی کھنک لوٹ آئی تھی۔

''میں اس دفعہ حماد کو ایسا کوئی فضول پرپوزل لانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ کسی بھی کام کا نہیں ہے اس کا بھائی، میرے خیال میں مجھے ادرک والی چائے آج ہی پی کر نانو سے بات کر لینی چاہیے۔'' وہ شرارتی انداز میں گویا ہوا۔

''آپ کا دماغ تو ادرک والی چائے کے بغیر بھی خوب چلتا ہے.....'' وہ ہلکا سا ہنسی۔ اس نے فون بند کر دیا تھا۔ اس کی ہنسی میں شامل رضامندی نے حارث کے دل میں ڈھیروں پھول کھلا دیے تھے۔ اس نے فریش ہو کر پہلی کال حماد کو ملائی تھی۔ جو خاصا حیران ہو رہا تھا۔

''تمہاری نزدیک کی نظر خاصی کمزور ہے میرے بھائی، دبئی سے ایک اچھا سا چشمہ ضرور بنوا کر لیتے آنا.....'' اس کے شوخ انداز پر وہ جی بھر کر حیران ہوا۔ ایک تو اس کی اچانک کال ہی غیر متوقع تھی اور اوپر سے اس کا خوشگوار انداز.....

''کیوں، کیا ہوا؟ مجھے کون سی نزدیک کی چیز نظر نہیں آ رہی جو مجھے تم دبئی جیسی مہنگی جگہ سے چشمہ خریدنے کو کہہ رہے ہو۔'' دوسری جانب وہ بھی چپ کا تھا۔

''تمہیں مجھ جیسا چھ فٹ کا انسان نظر نہیں آ رہا۔ میں تو تمہیں بے غرض سا انسان سمجھتا تھا لیکن تم کتنے خود غرض نکلے، اس کا اندازہ مجھے اب ہو رہا ہے.....'' حارث نے مصنوعی ناراض لہجے میں کہا۔

''اس لیے تو کہتا تھا کہ یار مجھے فرشتوں کی نظر سے دیکھنا چھوڑ دو لیکن خیر بتاؤ ہوا کیا ہے.....؟'' دوسری جانب وہ بھی غیر سنجیدہ تھا۔

''ہوا یہ ہے کہ ماہ نور کی عدت ختم ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اگر تم اپنے کسی ڈاکٹر بھائی کا رشتہ لے کر آئے تو تمہارے بھائی کی ٹانگوں کی ضمانت میں نہیں دے سکتا جبکہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا، آخر کو اپنے یارِ غار ہو۔'' اس کی بات پر وہ چھت پھاڑ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''کون سا ڈاکٹر بھائی؟ تمہیں پتا تو ہے کہ میں اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹا ہوں۔ وہ تو نانو کو تسلی دینے کے لیے اپنے چچا کے بیٹے کے بارے میں کہا تھا۔'' اس کی بات پر حارث کا دماغ بھک سے اُڑا۔

''کتنے خبیث ہو تم، اگر نانو سنجیدہ ہو جاتیں تو.....'' وہ خفا ہوا تھا۔

''سنجیدہ ہو جاتیں تب بھی کوئی بات نہیں، میرے ڈاکٹر کزن کو دکھی انسانیت کی خدمت کا خاصا شوق ہے۔ اس کو میں راضی کر ہی لیتا، وہ ویسے بھی سب سے یہی کہتا ہے کہ حماد بھائی میرے لیے لڑکی پسند کریں گے۔'' اس کی شرارت عروج پر تھی۔

''اور اگر وہ نہ مانتا.....؟'' حارث کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''کیسے نہ مانتا.....؟ ہر کوئی تمہارے جیسا ڈفر تھوڑی ہوتا ہے اور تم کس خوشی میں اتنے سنجیدہ ہو رہے ہو، اس دفعہ تو میں نے تمہیں ہی حلال کرنا تھا۔ مکمل ارادہ تھا میرا کیونکہ مجھ سے تمہاری خاموش محبت ہضم نہیں ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ میرا یار آخر کتنے آرٹیکل لکھ کر دے گا۔ حد ہوتی ہے ہر بات کی، اس لیے دن رات اپنے ڈاکٹر بھائی کا ذکر کرتا تھا۔'' اس کے غیر سنجیدہ انداز پر حارث کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

''بہت خبیث چیز ہو تم، میرے احساسات سے کھیلتے رہے ہو مجال ہے کبھی تسلی کے دو بول بھی کہے ہوں۔'' حارث نے اسے جھاڑا۔

''اب تمہیں خود ہی وحید مراد کی طرح اکیلے دیواروں سے لپٹ لپٹ کر رونے کا شوق تھا تو میں کیا کرتا اور تسلی بھی کس بل بوتے پر دیتا۔ کون سا پتا تھا کہ یہ حادثہ ہو جائے گا۔ اوپر سے تم دن رات ماہ نور کے حصے کا کام کر کر کے دے رہے تھے میں نے سوچا کہ اچھا ہے کام پر لگا ہوا ہے بچہ..... اگر تمہیں بتا دیتا کہ پتر میں سب جانتا ہوں تو تم نے میری شرما شرمی میں میری بہن بے چاری کا کام بھی نہیں کر کے دینا تھا..... اور میں تو ہوں ہی ہڈ حرام، مجھ سے اپنا کام پورا نہیں ہوتا تو کسی اور کا کیا کرتا۔'' حماد اب کھل کر ہنس رہا تھا۔

''ماہ نور کو پتا ہے کہ تم اپنے بھائی نہیں بلکہ اپنے کزن ڈاکٹر کی نانو سے بات کرتے رہے ہو۔'' اس نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

''ہاں، اسے اچھی طرح علم ہے کہ میں کس کی بات کر رہا ہوں..... لیکن وہ اس میں قطعاً انٹرسٹڈ نہیں تھی.....'' حماد نے وضاحت کی تو وہ کچھ ہلکا پھلکا ہوا۔

''اب بیٹا تم میرا انتظار کرو، اب تو میں اگلے پندرہ دن تک پاکستان نہیں آؤں گا جب تک تم میری منتیں نہیں کرو گے پھر آ کر سوچ بچار کرنے کے بعد نانو سے تمہارے رشتے کی بات کروں گا۔'' وہ ہنستے ہوئے باقاعدہ اسے چڑا رہا تھا جبکہ حارث اس کی شرارت پر ہنسا تھا۔

اس دن فلو سے اس کا برا حال تھا۔ کھانسی اور چھینکوں نے الگ مت مار رکھی تھی۔ موسم خاصا سرد تھا۔ ہلکی ہلکی بارش نے خنکی میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ نانو نے اسے بالکل ہیٹر کے سامنے بٹھا رکھا تھا۔ ادرک والی چائے اسے تین دفعہ پلا کر اب وہ چکن کارن سوپ زبردستی پلا رہی تھیں۔

سوپ کا چمچ اپنے پیالے میں رکھنے کے بعد اس نے ایک زوردار چھینک ماری تھی اور اپنے کوٹ کی جیب سے کچھ کاغذات نکال کر نانو کی جانب بڑھائے تھے۔ جو سخت حیرانی سے اسے ٹشو سے اپنی سرخ ناک رگڑتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

''نانو، آپ مجھے اس عرصے میں کچھ نہ کچھ جان ہی گئی ہوں گی۔ میرے ایک ہی تایا ہیں جو کینیڈا میں ہیں اور کم از کم میری خاطر پاکستان نہیں آ سکتے۔ یہ ہمارے مظفر آباد والے گھر اور ایک پلاٹ کے کاغذات ہیں جو میں ماہ نور کے نام کر دوں گا.....''

اتنی سی بات کہہ کر اس نے ایک اور چھینک ماری تھی جبکہ اس کی بات پر نانو کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ سخت حواس باختہ انداز میں اس کشمیری سیب جیسے لڑکے کو دیکھ رہی تھیں جس کی شرافت کی وہ دل ہی دل میں سخت معترف تھیں لیکن اس کی بات سمجھنے سے قاصر تھیں۔

''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اپنی فرزندی میں لے لیں۔ میں آپ کے ہاتھ کی ادرک کی چائے

ساری زندگی پینا چاہتا ہوں.....'' اس نے ایک دفعہ پھر چھینک ماری۔ اس کی بات پر نانو پر گویا شادیِ مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ انہیں ساری بات سمجھ میں آگئی تھی۔

''لیکن بیٹا یہ ادرک والی چائے میں نے نہیں ماہ نور نے بنائی ہے.....'' وہ اپنے پوپلے منہ کے ساتھ کھلکھلا کر ہنسی تھیں۔ ٹشو کے ساتھ اپنی ناک کو رگڑتا ہوا اس کا ہاتھ وہیں ساکت ہوگیا۔ وہ ایک دم بوکھلا سا گیا جبکہ نانو اس کی شکل دیکھ کر ہنسے جارہی تھیں۔

''یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مجھے مستقبل میں دوبارہ کوئی ایسا مسئلہ ہوا تو گھر سے باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔'' وہ بوکھلا کر اور بھی اوٹ پٹانگ بول گیا لیکن اس کی باتیں نانو کی دلی طمانیت کا باعث بن رہی تھیں۔

''بس میری خواہش ہے کہ جب حماد پاکستان آئے تو میں اور ماہ نور دونوں اسے ائرپورٹ لینے جائیں۔ اس وقت اس کے چہرے پر پھیلنے والی بے ساختہ خوشی اور حیرت کو میں اپنے کیمرے میں قید کرنا چاہتا ہوں۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے.....'' نانو نے اس کی چوری پکڑی تھی، وہ اب مسکرا رہی تھیں۔

''نہیں نانو، میں نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہتا.....'' وہ تھوڑا سا پُراعتماد ہوا لیکن برا ہو اس چھینک کا جس نے اس کا سارا اعتماد بھک کر کے اڑا دیا تھا۔ نانو کی رضامندی نے اس کا دماغ بالکل ہی ہلکا پھلکا کر دیا تھا۔

وہ گھر سے باہر نکلا تو وہ ایک دم ہی گیسٹ روم سے باہر نکلی تھی۔ باہر موسم بہت زیادہ سرد تھا۔ ہلکی ہلکی سی بارش کی کن من ہو رہی تھی۔ رائل بلو شال میں وہ اسے پہلے کی نسبت کچھ کمزور لگی تھی لیکن چار ماہ بیس دن کے بعد اس دشمنِ جاں کو دیکھنا ایک خوشگوار مرحلہ تھا..... دیکھنے کا یہ مرحلہ وہ پوری دل جمعی کے ساتھ انجام دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتے جذبے ماہ نور کو گھبراہٹ میں مبتلا تو کر رہے تھے لیکن وہ انتہائی اعتماد کے ساتھ اس کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔ اس نے ایک چھتری اور چائے کا تھرماس اس کی جانب بڑھایا تھا۔ ماہ نور کی آنکھوں کی جوت اور چہرے پر پھیلی مسکراہٹ حارث کو تقویت دے رہی تھی۔

''تھینک یو..... آپ چائے بہت اچھی بناتی ہیں۔'' اس نے بہ مشکل بات کو مکمل کیا۔ اس دفعہ کی چھینک پوری رفتار کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے کوٹ کی جیب سے فوراً ٹشو نکالا۔

''اور آپ آرٹیکل بہت اچھے لکھتے ہیں۔'' وہ اس کی شرارت پر ہنسا تو ساتھ ہی کھانسی کا بھرپور حملہ ہوگیا۔ اس نے انتہائی خفت بھرے انداز میں ماہ نور کو دیکھا جو بے ساختہ اس کی حالت پر ہنسے جارہی تھی۔

''یقین کریں میری ساری زندگی میں پہلی دفعہ کسی لڑکی سے اظہارِ محبت کا موقع آیا تو وہ بھی اس کمبخت کھانسی، فلو اور چھینکوں کی نذر ہوگیا۔ حالانکہ میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ آپ ہنستے ہوئے بہت اچھی لگتی ہیں اور.....'' اس سے پہلے کہ وہ اپنی بات مکمل کرتا لگاتار دو تین چھینکوں نے اس کی حالت پھر خراب کر دی۔

''یقین کریں کہ ایسی شدید بری حالت میں بھی بار بار اظہارِ محبت کی کوشش کرنے والا بندہ میں نے بھی زندگی میں پہلی دفعہ ہی دیکھا ہے۔'' ہنستے ہنستے ماہ نور کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا۔ اسے ہنستا دیکھ کر وہ بھی قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔ ان دونوں کی ہنسی کی آواز نے اندر کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھی نانو کا دل اطمینان سے بھر دیا تھا۔ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ صبح سے برسنے والی سرما کی یہ بارش ان کی نواسی کے لیے بہت سی خوشیوں کی پیامبر ثابت ہوگی۔

*